ماہِ شعبان کے روزے

جناب عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ روزے رکھنا شروع فرماتے تو ہم کہتے کہ اب آپ ﷺ روزے نہیں چھوڑیں گے اور جب چھوڑنے پر آتے تو ہم سمجھتے کہ اب آپ ﷺ روزے نہیں رکھیں گے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رمضان کے علاوہ مکمل مہینے کے روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ (رمضان کے علاوہ) دیگر مہینوں کی نسبت ماہِ شعبان میں سب سے زیادہ روزے رکھتے تھے۔''

(صحیح بخاری، حدیث: ۱۹۶۹، صحیح مسلم، حدیث: ۱۱۵۶)

ہمارے اعمال اور ان کے نتائج

اعمال انسانیہ کا وجود حقیقی ان کے نتائج و آثار کا وجود ہے۔ اگر نتائج و آثار وجود پذیر نہ ہوئے تو یہ نہ کہو کہ ان اعمال کا وجود تھا۔ اگر ہم دوڑتے ہیں کہ مسافت قطع اور منزل قریب ہو لیکن ہم بھٹک کر دوسرے راستے پر جا پڑتے ہیں جس سے ہماری مسافت دور تر اور منزل بعید تر ہوتی جاتی ہے تو ہماری سعی لا حاصل اور ہماری تگاپو عبث ہے۔ اگر ایک طبیب اپنے مریض کے لیے ایک دوا تجویز کرتا ہے لیکن جس فائدے کے مترتب ہونے کی اُمید کرتا ہے، وہ مترتب نہیں ہوتا تو یہ نہ سمجھو کہ طبیب نے دوا تجویز کی نہ ہی یہ کہو کہ مریض نے دوائی کھائی۔

مفہوم صوم و فاقہ کشی:

پس صیام جو ہمارا علاجِ روحانی ہے، اگر اس سے شفائے روحانی حاصل نہ ہو تو حقیقت میں وہ صیام نہیں، فاقہ ہے اور ایسے صائم اور روزہ دار جن کے صوم میں اتقا، تقدیس اور شکر کے عناصرِ ثلاثہ نہیں، وہ فاقہ کش ہیں، جن کی تشنگی اور گرسنگی ایک پھول ہے جس میں رنگ و بو نہیں، ایک گوہر ہے جس میں آب نہیں، ایک آئینہ ہے جس میں جوہر نہیں اور ایک جسم ہے جس میں روح نہیں۔ اور کون نہیں جانتا کہ ایک گل بے رنگ و بو، ایک گوہر بے آب، ایک آئینہ بے جوہر، ایک جسم بے روح، بے حقیقت ہستیاں ہیں جن کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اسی نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے:

((رب صائم لیس له من صیامه الاالجوع ، ورب قائم لیس له من قیامه الا السهر .)) (رواہ ابن ماجه)

''کتنے روزہ دار ہیں جن کو روزے سے بجز گرسنگی کچھ حاصل نہیں اور کتنے تہجد گزار ہیں جن کی نماز تہجد سے بیداری کے سوا کچھ فائدہ نہیں۔''

یہ کون لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے جسم نے روزہ رکھا، لیکن دل نے روزہ نہیں رکھا۔ ان کی زبان پیاسی تھی، لیکن دل پیاسا نہ تھا، پس رحمت کا کوثر ان کے لیے نہیں کہ پیاسے نہ تھے۔

ہماری تقسیمات اوقات زندگی کی سب سے بڑی اور طویل تقسیم خود ہماری عمر اور سب سے مختصر لحظہ ہے۔ ہمارے لیے ہر لحظہ ایمان باللہ بما جاء الرسول، ہر روز پانچ بار سجدۂ نیاز، ہر ہفتہ نمازِ جمعہ، ہر سال صیامِ رمضان و زکات اور عمر میں ایک بار زیارت مسجدِ خلیل و ادائے نماز ابراہیمی فرض ہے۔

سالانہ دو فرض:

ہمارے سالانہ فرض دو ہیں: ایک جسمانی اور ایک مالی۔ فریضہ مالی (زکات) محدود بہ اوقات مخصوصہ نہیں ہے لیکن ہمارا فریضہ جسمانی محدود بہ اوقات ہے۔ پہلے سے خدا کی مسکین مخلوق ہر ساعت اور ہر حالت میں متمتع ہوتی ہے اور دوسرے سے وہ عام یک رنگی اور اظہار اجتماع و وحدت قلوب و اجسام متصور ہے جو ہر روز مساجد میں اور ہر سال ہر شہر کے کوچہ و بازار اور گھروں میں اور عمر میں ایک بار کوہِ فاران کے دامن میں نظر آتی ہے۔

پس ہمارے سال کا ایک مہینا ہماری زندگی کا ایک ایسا حصہ ہونا چاہیے جو تنزہِ جسم اور طہارت قلب کا کامل نمونہ ہو، تاکہ ہمارا کامل سال منزہ اور طاہر ہو اور اس طرح ہماری کامل زندگی منزہ اور طاہر ہو۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

((من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه .)) (رواہ البخاری)

''جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھے، اس کے اگلے گناہ معاف ہوئے۔''

مشروط معافی نامہ:

گناہوں کی معافی اور مغفرت کا حصول، تمام اعمالِ انسانیہ کا مقصودِ وحید اور تمام نیکیوں اور برکتوں کا اساس کار ہے۔ لیکن کیا جس نے حصولِ مغفرت اور گناہوں کی معافی کی اُمید دلائی، اس نے یہ نہیں بتایا کہ وہ مشروط بہ ایمان و احتساب ہے۔

ایمان و احتساب کیا شے ہے؟ حقیقت صوم کے وہی عناصر ثلاثہ ہیں جن کی طرف کتابِ عزیز نے اشارہ کیا ہے، یعنی اتقا، تقدیس و تکبیر اور حمد و شکر۔ (مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ)

2

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست
مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ

21 شعبان المعظم 1435ھ جمعۃ المبارک 20 تا 26 جون 2014ء

الاعتصام

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان
ہفت روزہ

یکے از مطبوعات دارالدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 25 جلد 66

مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشاد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلعوی
- حافظ حماد شاکر
- حماد الحق نعیم

0321-8080139

مدیر مسئول

- حافظ احمد شاکر

مینیجر

- محمد سلیم چنیوٹی

0333-4786507

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال -/60 ڈالر امریکی

خط کتابت کے لیے	:	ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر	:	ABL 2466-4 بلال گنج برانچ، لاہور
فون نمبر	:	042-3735 4406
فیکس نمبر	:	042-37229802
رجسٹرڈ نمبر	:	CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

مہمان کا احترام

حافظ احمد شاکر

ماہ رحمت و برکت اور شہر غفران و رضوان یعنی رمضان المبارک کی آمد آمد ہے یہ مہمان سال کے بعد صرف ۳۰ دنوں کے لیے آتا ہے۔ جو اپنے ساتھ ہمارے لیے بخشش و مغفرات کی نویدیں لاتا ہے، ہمیں جہنم کے راستوں سے بچنے کے طریقے سکھاتا اور جنت تک جانے کے راستے بتاتا ہے۔ اس ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قرآن کریم جیسی بے مثال نعمت سے نوازا کہ عام دنوں میں کے ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیوں کی بشارت دی اور رمضان المبارک میں ایک نیکی کی ستر سے سات صد گنا تک عطا فرمانے کی خوش خبری دی۔ اس برکتوں والے مہینے میں جہنم کے دروازے بند کر دیے جانے اور شیاطین کو جکڑ دیے جانے کے امتیاز کی اطلاع نبی رحمت درأفت ﷺ کی زبان صدق لسان سے دی۔ سال بھر میں اللہ تعالیٰ نے یہی ایک ماہ مبارک ہم کو بطور مہمان عطا فرمایا جس میں ایک ایسی رات ......لیلۃ القدر...... بھی رکھی جس کی عبادت ایک ہزار مہینے کے برابر قرار دی، اس رب رحیم و کریم نے اپنے نبی اکرم ﷺ کے ذریعے بتلایا کہ میں اپنی عبادت کرنے والے بندوں کو اس ماہ مبارک میں مالی و بدنی عبادت کے کا اجر فرائض کے برابر اور فرائض کا اجر سات سو گنا تک دوں گا۔ یہ مہینہ جود و سخاء اور داد و دہش کا مہینہ بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا دست سخاوت ان مبارک ایام میں مصروف عطا رہتا، مالک ارض وسما اس مبارک مہینے میں روزہ افطار کرانے والے کو بھی روزہ دار کا اجر کم کیے بغیر روزہ دار کے برابر اجر عطا فرماتا ہے۔ قرآن کریم اور رمضان المبارک کے باہمی ارتباط کا نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یوں بتایا کہ قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں روزہ روزہ دار کی شفاعت مرغوبات و حلال چیزیں چھوڑ دینے کے باعث فرمائے گا اور قرآن کریم آرام و راحت ترک کر کے قیام اللیل کے باعث اللہ تعالیٰ سے سفارش کرے گا اور خوش خبری یہ دی گئی ہے کہ ان ......رمضان وقرآن...... کی شفاعت قبول کر لی جائے گی سبحان اللہ۔ ان تین کم نصیبوں کی بدنصیبیوں کا علم بھی ہمیں احادیث مبارکہ سے ہی ہوا جن میں دعا کرنے والے سید الملائکہ جبرائیل علیہ السلام تھے اور آمین کہنے والے سید الانبیاء ﷺ تھے، جبرائیل امین علیہ السلام نے دعا کی جس نے رمضان پایا اور وہ اپنے گناہ نہ بخشوا سکا وہ اللہ کی رحمت سے دور آپ نے فرمایا آمین، پھر جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا جس کے پاس آپ کا نام لیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے وہ بھی اللہ کی رحمت سے دور آپ نے فرمایا، آمین۔ پھر جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا جس نے رمضان میں اپنے والدین یا دونوں ......والد یا والدہ...... میں سے ایک کو پایا اور وہ ان کو راضی کر کے جنت حاصل نہ کر سکا وہ بھی اللہ کی رحمت سے دور، آپ نے فرمایا آمین۔

ہمیں اب دیکھنا یہ ہے کہ آنے والے مہمان کے استقبال کی ہم نے تیاری کیا کی ہے؟ اور گزشتہ رمضان المبارک میں ہم نے مہمان سے کیا سلوک کیا تھا؟ اور رمضان گزارنے کے بعد ہم اپنی زندگی میں کیا تبدیلیاں لائے؟ اور ہم کس قدر ان پر کاربند رہے؟ نبی ﷺ کے استقبال رمضان کے خطبے کتب احادیث میں درج ہیں جن کو گاہے گاہے الاعتصام کے صفحات پر شائع بھی کیا جاتا رہا کیا ان مبارک خطبات سے ہم نے کچھ سیکھا؟ کچھ یاد رکھا؟ اور ان پر عمل کے لیے سال بھر ہمارا ایمان ہمیں توجہ دلاتا رہا؟ اکساتا رہا؟ اور ہم نے اس مہمان کی عزت افزائی اور احترام کس قدر ملحوظ رکھا؟ خدارا ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے۔

اس ماہ مبارک میں مسلمانوں کی اکثریت زکوۃ دینے کا اہتمام کرتی ہے کیا ہم نے اعمال کے ساتھ ساتھ اپنے اموال تجارت، اجناس اور کیش کا حساب لگا لیا ہے؟ کیا ہم اپنے لین دین واضح کر کے بقایا جات کی زکوٰۃ کا حساب لگا چکے ہیں؟ اگر لگا لیا ہو تو مستحقین تک فوراً پہنچانے کا اہتمام کریں تاکہ وہ بھی اس ماہ مبارک کی حسب استطاعت میزبانی کر سکیں، مسلمانوں کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں اور حسب توفیق جود و سخا کی سعادت سے بہرہ

ور ہوسکیں۔یا د رہے سب سے پہلی ترجیح اپنے عزیز وا قارب کی ہونی چاہیے یعنی الا ول فالا ول اس کے بعد درجہ بدرجہ تمام مستحقین۔آ یئے ہم سب مل کر بار گاہ صمدی میں سجدہ ریز ہوکر دعا کریں کہ وہ عشرۂ اول میں ہمیں اپنی رحمت سے ڈھانپ لے،عشرۂ ثانی میں ہم سب کو مغفرت سے نوازدے اور آخری عشرہ میں لیلۃ القدر ہمارے نصیب فرما دے اور ہم سب کو جہنم سے آزاد فرما دے آمین۔آمین الہ الحق آمین۔

جہان تازہ کے لیے افکار تازہ:

جو کچھ ہونا شروع ہو چکا ہے یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں اگر یہ نہ ہوتا تو پھر یہ بات خوش کن بھی ہوتی اور اچنبھی بھی،حکیم اللہ محسود کی ہلاکت سے اب تک جو کچھ ہورہا ہے وہ وضاحت کا محتاج نہیں اور نہ ہی یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ یہ کس کا ایجنڈا ہے۔کیوں کہ اسی طرح کے عناصر طالبان میں شاید نہیں یقیناً ہوں گے نہیں بلکہ ہیں جو حکومت پاکستان کے جذبہ خیر سگالی اور خواہش امن کو سبوتاژ کرنے اور ان کو منفی رنگ دے کر حالات کو یہاں تک لے آئے ہیں۔سابقہ آپریشنز میں بعض شواہد اس طرح کے بھی سامنے آئے تھے کہ طالبان کا روپ دھانے والے بہت سے باریش لیکن بے ختن یعنی غیر مسلم ان گروہوں میں گھس کر مسلم کش کارروائیاں کرتے پائے گئے تھے،خدارا اس انداز کے واقعات اگر سامنے آئیں اس میں ملوث افراد کی تفصیلات پریس یعنی ذرائع ابلاغ میں نشر کر کے عسا کر پاکستان کے نام اور وقار کی لاج رکھی جائے جس سے اس امریکی پروپیگنڈے کی خود بخود قلعی کھل جائے گی کہ مسلمانوں کے بعض طبقے انتہا پسند بزور شمشیر نفاذ اسلام چاہتے ہیں۔اس مسلم اور دیندار خطے میں بڑا امریکی مقصد خون ناحق کی ارزانی ہے کہ وہ 11/ 9 کے خود ساختہ ڈرامے کے بعد مسلمانوں کو شدت پسند،انتہا پسند،عسکریت پسند اور تخریب کار کے القاب ان سر منڈھنا چاہتا ہے اور وہ صلیب کی اس تاریخی ہرزہ سرائی کو کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اور پھیل رہا ہے کو ثابت کرنے کے لیے یہ سارے ناٹک کھیل رہا ہے۔شریعت کا گن پوائنٹ پر نفاذ؟ تاریخ اسلام اس کا انکار کرتی ہے اور شریعت کسی بھی صورت میں کسی بھی......مسلم وغیر مسلم......شہری کو نہ قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت دیتی ہے اور نہ ہی جرم ثابت ہونے اور گواہیاں مکمل ہونے پر مجرم کو کوئی گنجائش دیتی ہے۔قرآن کریم کی آیات لعان اس کی سب سے بڑی گواہی ہیں بہ نوک بندوق شریعت سے نفاذ کا پروپیگنڈا؟ کسی صاحب علم وفضل کی طرف سے اس کی ہدایت وتبلیغ کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ہمارے خیال میں یہ سب اس مسلم کش پالیسی کا حصہ ہے جو امریکی نیو ورلڈ آرڈر کا بنیادی جزء ہے۔

شکست روس کے بعد(کمیونزم کے خاتمے کے بعد نہیں کہ یہ نظریہ ابھی تک قائم ہے اور اس کے حاملین بھی کہ یہ سیاسی نشیب وفراز دنیا کا حصہ ہیں کہ اس طرح کے سیاسی نظریات کبھی زیر زمین چلے جاتے ہیں اور موقعہ ملنے پر سطح زمین پر پھر ابھر آتے ہیں)امریکہ اسلام کو خواہ مخواہ اپنا ہدف جان کر خاکم بدہن اس کو مٹانے پر تل گیا ہے حالانکہ اقوام کا تفوّق وتنزل ہوتا رہتا ہے لیکن اسلام کے غالب ہو جانے کا ارشاد تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہے جو بہر صورت حق،سچ اور ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔

اپریشن نہ کیے جانے کی ہماری رائے کی بنیاد صرف یہ تھی کہ مسلمان کے ہاتھ مسلمان کے خون سے رنگین نہ ہوں،لیکن جو لوگ حکومتی قوانین اور احکام کی تنفیذ سے کھلم کھلا انکاری ہوں ان کے تو اسلام پر بھی استفہام لگ جاتا ہے۔امریکہ اس سنہری جنگی اصول پر عمل پیرا ہے کہ دشمن کی جنگ دشمن کی زمین پر لڑی جائے،دور حاضر کے اسلامی سربراہان کا المیہ یہ ہے کہ اُنھوں نے امریکہ کو ابھی تک دوست سمجھ رکھا ہے حالانکہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کفار خصوصاً یہود ونصاریٰ کی دوستی سے روکتی ہیں۔

ایک اور بات لائق توجہ ہے کہ وطن عزیز میں ماشاء اللہ غیر معمولی صلاحیت کے افراد کی کمی نہیں۔حکومت اور عسا کر کو چاہیے کہ وہ ان کی غیر معمولی صلاحیتوں سے فائدہ اُٹھائیں اور جنگ وجدل اور بغاوت سے آلودہ اذھان کی مثبت تربیت کی کوشش کر کے ان کو اصل دشمنان اسلام کی پہچان کرائیں اور اس نسل کی منفی صلاحیتوں کا رخ تبدیل کر کے مسلم امہ کی رگوں کے لیے یا یوں کہہ لیں جہاں تازہ کے لیے افکار تازہ کی نمو کریں۔

درس قرآن

قسط نمبر ۵۹

تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

دوسری تاویل:

اسی آیت کی ایک تعبیر حضرت سلیمان بن صُرَد سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ﴿اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ﴾ اس وقت کہا تھا جب انھیں آگ میں ڈالنے کے لیے لے جایا گیا تھا۔ آگ کے لیے بوڑھی عورت لکڑیاں اکٹھی کر کے لاتی اور کہتی انھیں اس کی آگ میں ڈال دو جو ہمارے معبودوں کی مذمت کرتا ہے۔ اور جب انھیں آگ میں پھینکا گیا تب اُنھوں نے فرمایا ''حسبی اللّٰه نعیم الوکیل'' اللہ تعالیٰ نے آگ کو گلزار بنا دیا۔

حضرت لوط کے باپ نے کہا آگ نے میری قرابت داری کی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام کو نہیں جلایا، اللہ تعالیٰ نے آگ کا شعلہ اس کی طرف بڑھا دیا اور وہ جل کر راکھ بن گیا۔

جیسے فوت ہونے والے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف چلا گیا۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے سمجھا کہ آگ میں جانے کا انجام موت ہے تو اُنھوں نے فرمایا میں اللہ کی طرف جا رہا ہوں۔

(ابن جریر، قرطبی)

مگر امام ابن جریر نے فرمایا ہے کہ یہی بات دوسرے مقام پر ﴿اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ﴾ [العنکبوت:۲۶] کے الفاظ سے ہے اور اس کا مفہوم ارض شام کی طرف ہجرت ہے۔ اس لیے یہاں بھی یہی مراد ہے۔

﴿رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ جب ابراہیم علیہ السلام عراق سے روانہ ہوئے تو ان کے ہمراہ صرف ان کی زوجہ محترمہ سارہ اور ان کے بھانجے حضرت لوط تھے۔ تورات کے بیان کے مطابق جس کی تائید حدیث (صحیح بخاری، حدیث: ۳۳۵۸) سے بھی ہوتی ہے، جب ابراہیم علیہ السلام مصر پہنچے تو وہاں یہ سانحہ پیش آیا کہ شاہ مصر نے حسب دستور سیدہ سارہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھین لیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس خطرے سے پہلے ہی آگاہ تھے کہ بادشاہ ہر حسین عورت کو چھین لیتا ہے اگر اس کا خاوند ہوتا تو اسے مروا دیتا اور اگر اس کے ہمراہ عورت کا بھائی ہوتا تو عورت چھین لیتا مگر اس کے بھائی سے درگزر کر لیتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بادشاہ کے ظلم وستم سے بچنے کے لیے حضرت سارہ سے کہا کہ اگر یہ تیرے بارے میں مجھ سے پوچھے گا تو میں کہہ دوں گا کہ یہ میری بہن ہے تم میری تردید نہ کرنا۔ چنانچہ حسب دستور جب بادشاہ نے حضرت سارہ کو ان سے چھین کر خلوت خانہ میں لے گیا ان پر دست درازی کرنے لگا تو ہاتھ سوکھ گیا۔ اس نے کہا تم میرے لیے دعا کرو صحیح ہو جاؤں میں تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ اُنھوں نے دعا کی تو وہ تندرست ہو گیا۔ مگر اس نے دوسری بار پھر دست درازی کرنا چاہی تو وہ دوبارہ پہلی سے زیادہ آفت میں مبتلا ہو گیا۔ اس نے کہا میرے بارے دعا کرو تندرست ہو جاؤں، آئندہ یہ حرکت نہیں کروں گا۔ چنانچہ سیدہ سارہ نے دعا کی تو وہ صحیح سلامت ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے بعض خدمت گزاروں کو بلا کر کہا: تم کیا عورت میرے سامنے لائے ہو یہ عورت نہیں شیطان ہے اور ایک خدمت گزار ہاجرہ دے کر سیدہ سارہ کو رخصت کر دیا۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں تو دیکھا وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اُنھوں نے نماز ہی میں ہاتھ کے اشارے سے پوچھا کیا کیفیت گزری؟ اُنھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کافر بدکار کی تدبیر نہیں چلنے دی اس کا فریب

اسی پر اُلٹ دیا اور یہ ہاجرہ خدمت کے لیے دی ہے۔
(تورات،ب:۱۲آیت:۱۲-۱۰)

تورات کا بیان ہے کہ حضرت سارہ کے کوئی اولاد نہ تھی اُنھوں نے سیدہ ہاجرہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دے دی کہ وہ اسے اپنی بیوی بنالیں۔ چنانچہ حضرت ہاجرہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نکاح کرلیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

﴿ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾[الصافات:۱۰۰]

''اے میرے رب! مجھے (لڑکا) عطا کر جو نیکوں سے ہو۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام جدالانبیاء میں غربت اور مسافری ہے۔ ستر سال سے اوپر عمر ہو چکی ہے، اس عالم میں بھی وہ اپنے رب سے مایوس نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی تو انھیں اسماعیل علیہ السلام عطا فرمایا۔ تورات کا بیان ہے کہ ''جب ابراہیم علیہ السلام سے ہاجرہ کے اسماعیل پیدا ہوا تب ابراہیم چھیاسی برس کا تھا۔'' (پیدائش:ب:۱۶،آیت:۱۶)

''ھب'' یہ وھب، یھب سے امر کا صیغہ ہے جس کے معنیٰ بلاعوض کوئی چیز دینا یا کچھ بخشنا اور عطا کرنا ہے۔ علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ (قرآن مجید میں) یہ لفظ اکثر و بیشتر (بلاقید) بیٹے کے لیے استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا میں ہے:

❁....﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً﴾
[آل عمران:۳۸]

''اے میرے رب! مجھے اپنے پاس پاکیزہ اولاد عطا فرما۔''

حضرت مریم علیہا السلام سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا تھا:

❁....﴿ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا﴾ [مریم:۱۹]

''میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں، تاکہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں۔''

❁....﴿وَ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً﴾[الانبیاء:۷۲]

''اور ہم نے اسے اسحاق اور زائد انعام کے طور پر یعقوب عطا کیا۔''

❁....﴿وَ وَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى﴾[الانبیاء:۹۰]

''اور اسے یحییٰ عطا کیا۔''

❁....﴿وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ﴾[ص:۳۰]

''اور ہم نے داود کو سلیمان عطا کیا۔''

اس کا اطلاق گو بھائی پر بھی ہوا ہے جیسے فرمایا:

﴿وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا۰﴾
[مریم:۵۳]

''اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی عطا کیا۔''

مگر یہاں موسیٰ علیہ السلام کی ذات کو دینے کی بات نہیں بلکہ بھائی کو نبوت دینے کی ہے۔ (روح المعانی)

یہ اور اسی نوعیت کی دیگر آیات سے معلوم ہوتا ہے بیٹے کی دعا کرنا درست ہے مگر اس شرط سے کہ وہ نیک اور صالح ہو۔ گویا ولادت سے پہلے اولاد کے نیک ہونے کی فکر کرنا چاہیے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا میں ہے۔

عباد الرحمان کی بھی یہی دعا ذکر ہوئی ہے:

﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾[الفرقان:۷۴]

''اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔''

جنتیوں کی دعاؤں میں بھی اولاد کی اصلاح کی دعا کا ذکر ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی دعایوں ذکر فرمائی ہے:

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ

ذُرِّیَّتِی اِنِّی تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴾ [الاحقاف: ۱۵]

''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر کروں جو تُو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جسے تُو پسند کرتا ہے اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح فرما دے، بے شک میں نے تیری طرف توبہ کی اور بے شک میں حکم ماننے والوں سے ہوں۔''

ان دعاؤں سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد خاص اللہ تعالیٰ کی موہبت وعطا ہے:

﴿ یَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ۝ اَوۡ یُزَوِّجُھُمۡ ذُکۡرَانًا وَّاِنَاثًا وَیَجۡعَلُ مَنۡ یَّشَآءُ عَقِیۡمًا اِنَّہٗ عَلِیۡمٌ قَدِیۡرٌ ۝﴾ [الشوریٰ: ۴۹، ۵۰]

''جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔ یا انھیں ملا کر بیٹے اور بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''

اس لیے اولاد صرف اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہیے بلکہ ہر نعمت اسی سے طلب کرنے کا حکم ہے۔

اس سے صالحین کے علوِ مرتبت کا بھی علم ہوتا کہ یہ بندے کی افضل ترین صفت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اور عرض گزار ہیں:

﴿رَبِّ ھَبۡ لِیۡ حُکۡمًا وَّاَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ ۝﴾ [الشعراء: ۸۳]

''اے میرے رب! مجھے حکم عطا کر اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا۔''

بیٹا طلب کیا تو یہی کہا:

﴿رَبِّ ھَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ﴾

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی یہی عرض کیا:

﴿وَاَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِکَ فِیۡ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴾ [النمل: ۱۹]

''اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔''

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی عرض کیا:

﴿ اَنۡتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ﴾ [یوسف: ۱۰۱]

''تُو ہی میرا یار و مددگار ہے مجھے مسلم ہونے کی حالت میں فوت کر اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلاح و صالحیت کا مقام کس قدر بلند ہے۔ اللھم اجعلنا منھم.

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے خاندان و قبیلے کو چھوڑ کر اللہ کی راہ میں نکلے تھے تو اسی تناظر میں عرض کیا کہ نیک بیٹا عطا فرما جو غریب الوطنی میں غم غلط کرے، وہ میرا مطیع و فرماں بردار ہو۔ نیک بیٹا ہی والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ان کا خدمت گزار ہوتا ہے۔



ضرورت معاون ناظم

مدرسہ دارالحدیث اوکاڑا میں ناظم مدرسہ کی معاونت کے لیے ایک ایسے نائب ناظم کی ضرورت ہے جو تدریس کے ساتھ تعلیمی نظام کو بہتر اور فعال بنانے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو۔ کم از کم بی۔ اے اور فاضل درس نظامی ہو۔ عمر ۴۰ سال سے زائد نہ ہو۔ اپنے کوائف کے ساتھ درخواست ناظم مدرسہ کے نام ارسال کریں۔ فون نمبر بھی لکھیں۔

عبداللہ یوسف، ناظم دارالحدیث۔ ایم اے جناح روڈ، اوکاڑا

0312-4403173، 044-2521460



ارکانِ اسلام

قسط نمبر ①

روزہ؛احکام وفضائل اوراعمال

عبدالرشید عراقی

فرضیت روزہ اوراس کی حکمت:

اسلام کے پانچ بنیادی ارکان ہیں: (۱) عقیدہ توحید۔ (۲) نماز۔ (۳) روزہ۔ (۴) زکات۔ (۵) حج۔

روزے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۝﴾

[البقرة: ۱۸۳]

''اے ایمان والو!تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلی اُمتوں پر فرض کیے گئے تھے (روزوں کا یہ حکم تم کو اس لیے دیا گیا ہے) تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔''

روزے کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ ''تم میں تقویٰ پیدا ہو۔''

تقویٰ انسان کے اخلاق وکردار کے سنوارنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔حافظ ابن القیم رحمہ اللہ (م۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''روزے سے مقصود یہ ہے کہ نفس انسانی خواہشات اور عادتوں کے شکنجے سے آزاد ہو سکے۔اس کی شہوانی قوتوں میں اعتدال اور توازن پیدا ہو۔ اور اس ذریعے سے وہ سعادت ابدی کے گوہر مقصود تک رسائی حاصل کر سکے۔''

(زادالمعاد:۱/۱۵۲)

اوراس کے بعد حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''روزہ جوارح ظاہری اور قوائے باطنی کی حفاظت میں بڑی تاثیر رکھتا ہے۔ فاسد مادے کے جمع ہو جانے سے انسان میں جوخرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں ان سے وہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔جو چیزیں مانع صحت ہیں ان کو خارج کر دیتا ہے اور اعضاء و جوارح میں جو خرابیاں ہوں اور ہوس کے نتیجے میں ظاہر ہوتی رہتی ہیں وہ اس سے دفع ہوتی ہیں۔ وہ صحت کے لیے مفید اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے میں بہت معاون ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلی اُمتوں پر فرض کیے گئے تھے (روزوں کا یہ حکم تم کو اس لیے دیا گیا ہے) تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔ (البقرة:۱۸۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الصوم جنة .)) ''روزہ ڈھال ہے۔''

چنانچہ ایسے شخص کو جو نکاح کا خواہش مند ہو اور استطاعت نہ رکھتا ہو، روزے رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔اور اس کو اس کا تریاق قرار دیا گیا ہے۔مقصود یہ ہے کہ روزہ کے مصالح اور فوائد چونکہ عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کی رُو سے مسلّمہ تھے، اس لیے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی حفاظت کی خاطر محض اپنی رحمت اور احسان سے فرض کیا ہے۔''

(زادالمعاد:۱/۱۵۲)

امام ابو حامد محمد بن محمد، معروف بہ امام غزالی (م۵۶۱ھ) فرماتے ہیں:

''روزے کا مقصد یہ ہے کہ آدمی اخلاق الٰہیہ میں سے ایک خلق کا پرتَو اپنے اندر پیدا کرے جس کو صمدیت کہتے ہیں۔وہ امکانی حد تک فرشتوں کی تقلید کرتے ہوئے خواہشات سے دست کش ہو جائے، اس لیے کہ فرشتے خواہشات سے پاک ہیں اور انسان کا مرتبہ بھی بہائم سے بلند ہے۔''

(احیاء العلوم:۱/۲۱۲)

روزہ قدیم مذاہب میں:

دنیا میں جتنے بھی قدیم مذاہب ہیں ان میں ہم کو روزہ ملتا ہے قدیم مذاہب میں ''ہندو'' مذہب بھی ہے۔ ہندومت میں بھی روزہ موجود ہے۔ مدراس یونیورسٹی کے پروفیسر T.M.P. MAHADEVAN لکھتے ہیں:

''ان تہواروں میں جن کو سالانہ منایا جاتا ہے، بعض تہوار روزہ (برت) کے لیے مخصوص ہیں جو تزکیہ نفس کے لیے رکھا جاتا ہے۔ ہر ہندو فرقے نے دعا وعبادت کے لیے کچھ دن مقرر کر لیے ہیں جن میں اکثر افراد روزہ رکھتے ہیں۔''

(آؤٹ لائن آف ہندوازم: ۶/۴ بہ حوالہ ارکان اربعہ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ، ص:۲۲۵۱)

علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۵ھ) لکھتے ہیں:

''قدیم مصریوں کے ہاں بھی روزہ دیگر مذہبی تہواروں کے شمول میں نظر آتا ہے۔ یونان میں صرف عورتیں ''محثمو فیریا'' کی تیسری تاریخ کو روزے رکھتی تھیں۔ پارسی مذہب میں گو عام پیروؤں پر روزہ فرض نہیں لیکن ان کی الہامی کتاب کی ایک آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ روزے کا حکم ان کے یہاں موجود تھا۔ خصوصاً مذہبی پیشواؤں کے لیے تو پنج سالہ روزہ ضروری تھا۔'' (سیرت النبی: ۲۱۲/۵)

یہودی مذہب میں روزے کا وجود ملتا ہے۔ اور ان کے ہاں روزے کے دن مخصوص ہیں یہودی دس محرم کو روزہ رکھتے تھے۔ اس لیے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تھا۔ اور بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ظلم وستم سے نجات دی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی یاد میں روزہ رکھا تھا۔

عیسائی مذہب میں بھی روزے کا وجود ملتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کے آغاز سے قبل چالیس (۴۰) دن روزہ رکھا تھا، وہ کفارہ کا روزہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے جب مسلمانوں پر روزے کا حکم نازل فرمایا۔ اور مسلمانوں پر روزہ فرض کیا تو ارشاد فرمایا:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝﴾

[البقرة: ۱۸۳]

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلی اُمتوں پر فرض کیے گئے تھے (روزوں کا یہ حکم تم کو اس لیے دیا گیا ہے) تا کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبر دی ہے کہ ان پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں۔ جیسے گزشتہ قوموں پر فرض کیے گئے تھے۔ اس لیے کہ روزہ رکھنے میں انسان کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ اور اس لیے کہ آدمی جب اللہ کے لیے کھانے پینے اور مباشرت سے رُک جاتا ہے تو یوں وہ خود کو اللہ کی بندگی میں مشغول کر دیتا ہے اور اللہ اسے تقوے کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔

ماہ رمضان کی فضیلت:

رمضان المبارک وہ مہینا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا جو دین حق کو کھول کھول کر پیش کرتا ہے۔ اور حق و باطل اور ہدایت و گمراہی کو بیان کرتا ہے۔ نیک بختوں اور بدبختوں کی نشانیاں اور پھر ان کے انجام بیان کرتا ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ﴾[البقرة: ۱۸۵]

''رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اُترا جو لوگوں کے لیے سرتا پا ہدایت ہے جو ہدایت اور تمیز حق و باطل کی نشانی ہے۔''

حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) نے مسند احمد کی ایک روایت نقل کی ہے:

''تمام آسمانی کتابیں انبیائے کرام علیہم السلام پر اس مہینے میں

نازل ہوئی تھیں۔صحائف ابراہیمی،تورات، زبوراورانجیل وغیرہ کتابیں انبیاء علیہم السلام پر بہ یک وقت اُتری تھیں ۔اور قرآن کریم ماہ رمضان کی لیلۃ القدر میں آسمان دنیا میں بیت العزت تک بہ یک وقت اُترا۔اس کے بعد وہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ۲۳ سال کی مدت میں حالات کے تقاضے کے مطابق آہستہ آہستہ اُترتا رہا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مختلف طریقوں سے ایسا ہی مروی ہے۔''

(تیسیر الرحمان لبیان القرآن،ص:۱۰۰)

رمضان کو روزے کے ساتھ مخصوص کیوں کیا گیا:

اللہ تعالیٰ نے روزے رمضان میں فرض کیے ہیں۔اوران کو ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم قرار دیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ان کی دو برکتوں اور سعادتوں کا اجتماع بڑی حکمت اور اہمیت کا حامل ہے اوراس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ رمضان ہی وہ مہینا ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ) اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

''اس مہینے کو قرآن مجید کے ساتھ بہت خاص مناسبت ہے اوراس کی مناسبت کی وجہ سے قرآن مجید اسی مہینے میں نازل کیا گیا۔یہ مہینا ہر قسم کی خیر و برکت کا جامع ہے آدمی کو سال بھر میں مجموعی طور پر جتنی برکتیں حاصل ہوتی ہیں وہ اس مہینے کے سامنے اس طرح ہیں جس طرح سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ،اس مہینے میں جمعیت باطنی کا حصول پورا سال جمعیت باطنی کے لیے کافی ہوتا ہے۔اس میں انتشار اور پریشان خاطری باقی تمام دنوں بلکہ پورے سال کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔قابل مبارک باد ہیں وہ لوگ جن سے یہ مہینا راضی ہوگیا اور ناکام و بدنصیب ہیں وہ جو اس کو ناراض کرکے ہر قسم کی خیر و برکت سے محروم ہوگئے۔''

(مکتوبات ربانی:۱/۸)

ایک دوسرے مکتوب میں مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگراس مہینے میں کسی آدمی کو اعمال صالحہ کی توفیق مل جائے تو پورا سال یہ توفیق شاملِ حال رہے گی۔اوراگر یہ مہینا بے دلی،فکر وتردد اور انتشار کے ساتھ گزرے تو پورا سال اس حال میں گزرنے کا اندیشہ ہے۔''(مکتوبات ربانی:۱/۴۵)

مولانا ابوالکلام آزاد(۱۹۵۸ء) لکھتے ہیں:

''ہم کو صاف بتا دیا گیا کہ مفروضیت صیام رمضان صرف اس لیے ہے کہ ہم کو اس عطائے ناموس فرقان و ہدیٰ (قرآن) پر خدا کا شکر بجالائیں اوراس کے نام کی تقدیس کریں۔''(ارکانِ اسلام،ص:۲۲۷)

روزے کے فضائل:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

((اذا دخل رمضان فتحت ابواب الجنة-وفي رواية:((أبواب الرحمة))- وغلقت ابواب جهنم و سلسلت الشياطين .)) (صحيح بخاری)

''جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے(اور ایک روایت میں ''جنت کے دروازوں'' کے بجائے ''رحمت کے دروازوں کا ذکر ہے) کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں۔''

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''ابن آدم کا ہر عمل کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے اور نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دی جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: روزہ میرے لیے ہے اور میں خود ہی اس کا صلہ دوں گا۔''

(صحیح بخاری،صحیح مسلم)

روزہ داروں کی ایک اور فضیلت رسول اکرم ﷺ نے بیان فرمائی ہے، چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ان فی الجنة بابًا یقال له الریان یدخل منه الصائمون یوم القیامة لا یدخل منه احد غیرهم . یقال: أین الصائمون ؟ فیقومون ، لا یدخل منه احد غیرهم ، فإذا دخلوا أغلق فلم یدخل منه احد .))

(صحیح بخاری ، صحیح مسلم)

''جنت کے دروازوں میں ایک خاص دروازہ ہے جس کو ''باب الریان'' کہا جاتا ہے اس دروازے سے قیامت کے دن صرف روزے داروں کا داخلہ ہوگا۔ ان کے سوا کوئی اس دروازے سے داخل نہیں ہو سکے گا۔ اس دن پکارا جائے گا کہ روزے دار کدھر ہیں؟ وہ اس پکار پر چل پڑیں گے۔ ان کے سوا کسی اور کا اس دروازے سے داخلہ نہیں ہوگا۔ جب روزے دار اس دروازے سے جنت میں پہنچ جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ ہر کسی کا اس سے داخلہ نہیں ہوگا۔''

رمضان کے روزوں کی فضیلت میں مشہور حدیث ہے:

''جو لوگ رمضان کے روزے ایمان و احتساب کے ساتھ رکھیں گے، ان کے سب گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ اور ایسے ہی جو لوگ ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان (کی راتوں) کا قیام کریں گے، اُن کے بھی سب پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔'' (صحیح بخاری و مسلم)

اس حدیث کی تشریح میں مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ ایمان و احتساب دینی اصطلاحیں ہیں ۔ اور ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو نیک عمل کیا جائے اس کی بنیاد اور اس کا محرک بس اللہ اور اس کے رسول کو ماننا اور اس کے وعدہ وعید پر یقین لانا اور اس کے بتائے ہوئے اجر و ثواب کی طمع اور اُمید ہی ہو، کوئی دوسرا جذبہ اور مقصد اس کا محرک نہ ہو۔ اسی ایمان و احتساب سے ہمارے اعمال کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جڑتا ہے۔ بلکہ یہی ایمان و احتساب ہمارے ایمان کے قلب و روح ہیں۔'' (معارف الحدیث: ۴/ ۱۰۹)

روزے میں فضول گفتگو سے پرہیز:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة ان یدع طعامه وشرابه .))

(صحیح بخاری)

''جو آدمی روزہ رکھتے ہوئے باطل کلام اور باطل کام نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے ہاں روزے کی مقبولیت کے لیے ضروری ہے کہ روزہ رکھنے والا، کھانا پینا چھوڑنے کے علاوہ اپنی زبان کی بھی حفاظت کرے، یعنی نہ فضول کلام کرے اور نہ ہی کوئی ایسا کام کرے جس کی شریعت اسلامیہ میں اجازت نہیں ہے۔ اگر وہ شخص اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتا اور اپنی زبان کو بے ہودہ اور فضول باتوں سے آلودہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے روزے کی کوئی پروا نہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد (م ۱۹۵۸ء) لکھتے ہیں:

''پھر کتنے لوگ ہیں جو روزہ رکھتے ہیں اور ساتھ ہی ایک سچے صائم کی پاک اور ستھری زندگی انھیں نصیب ہے۔ آہ! میں ان لوگوں کو جانتا ہوں جو ایک طرف تو نمازیں پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں، دوسری طرف لوگوں کا مال

کھاتے، بندوں کے حقوق غصب کرتے، اعزہ واقارب کے فرائض پامال کرتے، بندگان الٰہی کی غیبتیں کرتے، ان کو دکھ اور تکلیف پہنچاتے، طرح طرح کے مکروفریب کو کام میں لاتے ہیں۔یعنی اپنے دل کو تو گناہوں کی کثافت سے آلودہ اور سیر رکھتے ہیں جب کہ ان کے جسم کا پیٹ بھوکا ہوتا ہے۔

کیا یہی وہ روزہ دار نہیں جن کی نسبت فرمایا:

((کم من صائم لیس له من صومه الا الجوع والعطش .))(بخاری و ابن ماجه)

''کتنے ہی روزہ دار ہیں جنھیں ان کے روزے سے سوا بھوک اور پیاس کے کچھ نہیں ملتا!''

(ارکانِ اسلام،ص:۲۸۵)

روزے کے چند احکامات:

①......آپ ﷺ نے سحری کھانے کی ترغیب دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:'' سحری کھاؤ، اس لیے کہ سحری میں برکت ہے۔''(ترمذی ونسائی)

آپ ﷺ کا دوسرا فرمان ہے:

''ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں فرق اسی سحری کا ہے۔'' (صحیح مسلم)

②......روزہ جلد افطار کرنا چاہیے۔فرمان نبوی ﷺ ہے:

''جب تک لوگ افطار میں تعجیل سے کام لیتے رہیں گے۔ اس وقت تک خیر پر رہیں گے۔''(موطأ امام مالک)

اس حدیث کی شرح میں مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں:

''سحور میں تاخیر اور افطار میں تعجیل سے روزے کا عجز واحتیاج اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہ بات اس کی عبدیت کے عین مطابق ہے اور اس کے حکم کو پورا کرتی ہے۔''(مکتوبات امام ربانی:۱/۵۴)

③......حالت سفر میں روزہ رکھنا اور افطار کرنا دونوں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔

④......جمہور اہل علم کے نزدیک چھوٹے ہوئے روزے ایک ساتھ رکھنا ضروری نہیں۔تسلسل کی پابندی صرف رمضان میں لازم ہے۔

⑤......رمضان کی راتوں میں صبح صادق تک بیوی سے جماع کرنا اور کھانا پینا جائز ہے۔

⑥......اگر روزے دار کی حالتِ جنابت میں صبح ہو جاتی ہے تو غسل کر کے روزہ پورا کرے گا۔(بخاری ومسلم)

(تیسر الرحمان لبیان القرآن،ص:۱۰۱-۱۰۴)

(جاری ہے)

ضرورت اساتذہ

مدرسہ دار الحدیث اوکاڑا میں لائق، محنتی، قابل، فاضل علوم دینیہ وعصریہ دو اساتذہ کی ضرورت ہے۔ جو عالیہ تک پڑھانے اور طلبہ میں بہتر نظم ونسق پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اپنے تعلیمی کوائف کے ساتھ درخواست ناظم مدرسہ کو ارسال کریں۔فون نمبر بھی لکھیں۔ انٹرویو کے لیے بلانے میں آسانی ہوگی۔

عبداللہ یوسف، ناظم دار الحدیث۔ایم اے جناح روڈ، اوکاڑا

0312-4403173،044-2521460



دعائے صحت

جناب شہادت طور صاحب (ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث چوک دالگراں لاہور) بہ عارضہ گردہ علیل ہیں، احباب دعائے صحت فرمائیں۔



الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات   تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

حافظ صلاح الدین یوسف

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ حضرو ضلع اٹک (متوفی محرم ۱۴۳۵ھ نومبر ۲۰۱۳ء) ایک دور افتادہ علاقے کے رہائشی ہونے کے باوجود اپنے علمی کارناموں کی وجہ سے ایک نہایت ممتاز مقام کے حامل اور نا قابل فراموش شخصیت کے طور پر ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

ہر گز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

اللہ تعالیٰ ہر دور میں کوئی ایک شخصیت یا چند شخصیات پیدا فرماتا رہتا ہے جو کفر وضلالت کی تاریکیوں میں اسلام کی شمع روشن کرتی ہیں۔

عوام کی جہالت یا غفلت شعاری اور علمائے سوء و اہل بدعت کی مفاد پرستی اور خودغرضانہ تاویلاتِ فاسدہ اور تحریفات معنوی سے دین کا اصل چہرہ جب مسخ کر دیا جاتا ہے اور دین قیم بازیچۂ اطفال بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آجاتی ہے اور وہ ایسی شخصیات پیدا فرما دیتا ہے جو اسلام کے روئے آب دار کو اس کے اصلی خدوخال کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرتی اور اہل باطل کی تاویلات فاسدہ اور تحریفات کا پردہ چاک کرتی ہیں اور تجدید واصلاح کا عظیم کارنامہ سرانجام دیتی اور منبر ومحراب رسول کی جانشینی کا حق ادا کرتی ہیں۔

اس اصلاحی وتجدیدی کام کے لیے حسب مشیت الٰہی کبھی کوئی ایک ایسی جامع الصفات شخصیت پیدا ہو جاتی ہے جو معاشرے کے مختلف طبقات اور میدانوں میں ہمہ جہتی خدمات بجالا کر علم وعمل کے آفتاب ومہتاب روشن کر دیتی ہے اور کبھی کئی کئی شخصیات پیدا ہو جاتی ہیں جو اپنے اپنے دائروں میں اصلاح وتجدید کا کام کر کے اسلام کے رُخِ صبیح نما کو مزید نکھار دیتی ہیں۔ اسی پہلو کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے جس میں پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا ہے:

((ان اللّٰہ یبعث لھذہ الامة علی رأس کل مائة سنة من یجدد لھا دینھا .))

(سنن أبي داود، رقم: ۲۳۸، الصحیحة للالبانی، رقم: ۵۹۹)

’’اللہ تعالیٰ ہر صدی کے شروع میں اس اُمت کے لیے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو اس کے دین کی تجدید کریں گے۔‘‘

’’مـــــن‘‘ کا لفظ عربی زبان میں واحد اور جمع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اس لیے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایک شخصیت سے بھی اصلاح وتجدید کا کام لے لیتا ہے اور چاہے تو بہ یک وقت یا تھوڑے تھوڑے وقفے سے مختلف افراد سے یہ کام لے لیتا ہے۔ یہ دونوں ہی صورتیں ممکن ہیں اور تاریخ اور واقعات سے دونوں ہی کی تائید ہوتی ہے۔

اسلام کی تاریخ میں ہر صدی میں بڑے بڑے مجددین بھی پیدا ہوئے جس کی تفصیل مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تالیف ’’تاریخ دعوت وعزیمت‘‘ میں موجود ہے۔ اور ایک ہی صدی میں یا کسی ایک صدی کے اواخر اور دوسری صدی کے اوائل میں مختلف شخصیات نے اللہ کی توفیق سے مختلف دائروں میں اصلاح وتجدید کا کام کیا، یعنی دین میں پیدا ہونے والے بگاڑ کو درست کیا، شرک وبدعت کی تردید کی، الحاد وزندقہ کی تحریکوں کا مقابلہ کیا، مختلف مذاہب باطلہ کا رد وبطلان کیا، گمراہ فرقوں کی باطل تاویلات کا پردہ چاک کیا اور تقلیدی جمود

کے بندھنوں کو توڑا، خرقہ پوشوں کی باطنی شیطنت کو آشکارا کیا، عوام کو بے عملی اور بدعملی کی دلدل سے نکال کر اسلام کی روشن تعلیمات کا نمونہ اور اسلامی اقدار و روایات اور شعائرِ اسلامیہ کا پابند بنا دیا، وغیرہ وغیرہ ؎

یہ رتبہ بلند ملا جس کو ملا
ہر مُدّعی کے واسطے دار و رسن کہاں
؎ ایں سعادت بہ زور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

راقم کا دیدہ وشنیدہ دور، دوصدیوں پر محیط ہے، تیرھویں صدی ہجری کا اواخر اور چودھویں صدی ہجری کا اوائل۔ ان دوصدیوں میں بہت سی نام وَر شخصیات اور نابغہ روزگار افراد پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے اپنے دائروں میں نہایت نمایاں دینی و علمی خدمات سرانجام دیں، مثلاً:

نواب صدیق حسن خاں، شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی اور ان کے قابلِ فخر تلامذہ: مولانا عبدالرحمان مبارک پوری (صاحبِ ''تحفۃ الاحوذی'')، مولانا شمس الحق ڈیانوی (صاحبِ ''عون المعبود'')، مولانا محمد حسین بٹالوی (ایڈیٹر ماہ نامہ ''اشاعۃ السنۃ'')، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، حافظ عبداللہ غازی پوری، محدث پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، وغیرہم۔ حافظ محمد گوندلوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی (گوجرانوالہ)، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (صاحب ''التعلیقات السّلفیۃ علی سنن النسائی'')، حافظ عبدالمنان نور پوری، مولانا ابوالحسن علی ندوی، سید سلیمان ندوی، مولانا مودودی، مولانا سید داود غزنوی، علامہ احسان الٰہی ظہیر، سید بدیع شاہ راشدی و محبّ اللہ شاہ راشدی، مولانا محمد حسین شیخوپوری، حافظ عبداللہ شیخوپوری، مولانا صمصام، حافظ محمد اسماعیل روپڑی، حافظ عبدالقادر روپڑی، حافظ عبداللہ محدث روپڑی، حافظ عبداللہ بہاول پوری، مولانا سلطان محمود جلالپوری وغیرھم رحمھم اللہ اجمعین و شکر مساعیھم.

اسی صف میں علمائے موجودین میں سے یہ حضرات بھی شامل ہیں:

شیخ عبداللہ ناصر رحمانی (کراچی)، مولانا ارشاد الحق اثری، پروفیسر حافظ محمد سعید، ڈاکٹر فضل الٰہی (اسلام آباد)، مولانا اقبال کیلانی، مولانا عبدالمالک مجاہد، حافظ ثناء اللہ مدنی، وغیرھم کثر اللّٰہ امثالھم فینا. حفظھم اللّٰہ تعالی، وادعو اللّٰہ تعالٰی ان یجعلنی منھم.

ان میں سے بہت سوں نے تدریس و تربیت میں، بعض نے تبلیغ و دعوت میں، بعض نے تصنیف و تالیف میں، بعض نے ردود و مناظرہ میں، بعض نے افتا و تحقیق میں، بعض نے آثارِ سلف کے احیا میں، بعض نے نشر و اشاعت کے میدان میں اور بعض نے بہ یک وقت کئی میدانوں میں کارہائے نمایاں سر انجام دیے اور دے رہے ہیں۔ بارك اللّٰہ فی جھودھم ومتعنا اللّٰہ بطول حیاتھم.

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی یا انھی دراز قدوں کی صف میں شامل ہمارے ممدوح اور شیخ حافظ زبیر علی زئی ؒ بھی تھے جو ہمیں چند ماہ قبل داغ مفارقت دے گئے۔ ابھی ان کی عمر اتنی زیادہ نہیں تھی، ان سے تحقیق کے میدان میں بہت سی توقعات وابستہ تھیں، لیکن قسامِ ازل نے جو عرصہ حیات ان کے لیے مقرر کیا تھا، وہ گزار کر اپنے اللہ کے حضور حاضر ہو گئے۔ ہم جیسے لوگ جو ہر ماہ ان کے ماہ نامہ رسالے ''الحدیث'' کی تحقیقات نادرہ اور انکشافاتِ علمیہ سے فیض یاب ہوتے تھے، سمجھتے ہیں کہ وہ بے وقت ہی دنیا سے چلے گئے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ کوئی شخص بھی اپنے وقت سے پہلے جرعہ موت نوش نہیں کرتا، یہ جرعۂ تلخ کوئی بھی گوارا نہیں کرتا لیکن وقت آجانے پر خواہی نہ خواہی اسے نوش کرنا ہی پڑتا ہے۔ اللہ نے ان کے لیے جتنا وقت لکھا تھا وہ گزار گئے اور اس طرح گزار گئے کہ ان کی زندگی کے یہ مختصر لمحات بھی قابلِ رشک بن گئے گو ہماری اور ہم جیسے بے شمار لوگوں کی خواہش اور دعا تھی کہ وہ ابھی ہمارے درمیان کچھ عرصہ اور رہتے اور

چشمہ علم وتحقیق سے ہم جیسے تشنہ کاموں کو سیراب کرتے رہے۔ لیکن: قدر اللہ وما شاء فعل . وما تشاء ون الا ان یشاء اللہ رب العالمین .

شیخ موصوف رحمہ اللہ کے مزاج میں شدت بھی تھی اور تیزی بھی۔ ہر کام بڑی سرعت سے کرتے تھے، حتیٰ کہ کھانے میں بھی ان کا یہی انداز تھا۔ مزاج کی اس تیزی ہی نے تھوڑی سی عمر مستعار میں ان سے بڑے بڑے کام کروا لیے۔ ایسے لگتا ہے جیسے مبدأ فیاض نے بہ زبان قال تو نہیں، بہ زبانِ حال ان کو یہ القا کر دیا تھا کہ وقت تھوڑا ہے اور جو کام کرنے والے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ چنانچہ بہت سے تحقیقی کام، جن کے لیے کافی وقت درکار تھا، وہ اُنھوں نے بہت مختصر سے وقت میں پورے کر لیے۔ گویا یہ قول علامہ اقبال ؎

اس کی اُمیدیں قلیل ، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب ، اس کی نگہ دل نواز
نرم دمِ گفتگو ، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو ، پاک دل و پاک باز

مزاج کی شدت کی وجہ سے باطل سے مصالحت یا مداہنت کا کوئی تصور ان کے ہاں نہیں تھا بلکہ اس کے لیے وہ شمشیر برہنہ اور سیف بے نیام تھے جو ہمہ وقت باطل سے نبرد آزما رہتی تھی۔ اپنے اس باطل شکن مزاج کی وجہ سے اُنھوں نے تمام باطل فرقوں سے چومکھی جنگ لڑی اور ہر محاذ پر برسرِ پیکار رہے۔ اہل بدعت وشرک ہوں یا تقلید جامد کے خوگر، دشمنانِ صحابہ ہوں یا قصر نبوت کے نقب زن۔ ان کے علم وتحقیق کی ترک تازیوں سے سب پریشان اور ان کے قلم کی کاٹ سے ان کے دل زخمی اور ان کے سینے فگار رہے۔ اس اعتبار سے وہ بلاشبہ ع

رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

کی تصویر تھے۔ حق کے دفاع اور باطل کی سرکوبی کے لیے وہ شب و روز کوشاں اور سربہ کف رہے تا آنکہ جان جان آفریں کے سپرد کر دی اور تب ہی اس جانِ بے قرار کو قرار آیا۔ تغمده اللہ برحمته ورضوانه .

ان کا وجود مسعود درج ذیل احادیث کا مصداق تھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ، ینفون عنه تحریف الغالین و انتحال المبطلین وتاویل الجاهلین .))

''اس (قرآن وحدیث کے) علم کو ہر دور کے صحیح اہل علم سے (جو اپنے ماسبق کے صحیح وارث اور جانشین ہوں گے) اصحاب دیانت وتقویٰ حاصل کریں گے، وہ اس (علم دین) سے اہل بدعت کی تحریفات کا پردہ چاک کریں گے، اہل باطل کی جعل سازی (غلط انتساب) اور جاہلوں کی (غلط) تاویلات کی وضاحت کریں گے۔''

اس روایت کی صحت وضعف میں اختلاف ہے، ہم نے اسے اس لیے نقل کیا ہے کہ مولانا عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ (صاحبِ ''مرعاۃ'') نے اسے حدیث ((من یجدد ...... إلخ)) کی تفسیر اور حدیث ((لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق ...... إلخ)) کے ہم معنی قرار دیا ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح: ۱/۲۰۳۔ طبع قدیم)

ایک دوسری حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعه من العباد ، ولکن یقبض العلم بقبض العلماء .)) (صحیح بخاری، رقم: ۳٤)

''اللہ تعالیٰ (دین کا) علم اس طرح نہیں اُٹھائے گا کہ اس کو لوگوں کے (سینوں سے) نکال دے، بلکہ وہ علماء کو اُٹھا کر (فوت کر کے) علم اُٹھائے گا۔''

حافظ صاحب موصوف رحمہ اللہ ان دونوں حدیثوں کا مصداق تھے۔ اُنھوں نے اپنے اسلاف کا صحیح جانشین بن کر غالیوں کی تحریفات، اہل باطل کے غلط انتسابات اور جاہلوں کی تاویلات فاسدہ کا پردہ چاک

کیا۔ان کا سینہ علوم حدیث کا منبع وسرچشمہ تھا۔اس چشمۂ صافی کے بند ہونے سے تشنہ لبوں کا احساس محرومی شدید ہو گیا ہے اور پیشوایانِ فرق باطلہ خوش ہیں کہ ان کے استدلالات واہیہ کے تار و پود بکھیر دینے والا قلم ٹوٹ گیا اور وہ زبان خاموش ہو گئی جو اہل باطل کو دندان شکن جواب دے کر ان کی زبانوں کو گنگ کر دیتی تھی۔ تاہم ان کے فیض یافتگان موجود ہیں جو ان شاءاللہ ان کے مشن کو جاری رکھیں گے۔

ضعیف احادیث کا فتنہ اور اس کے سد باب کی محدثانہ کاوشیں:

اُمت میں موضوع اور ضعیف روایات کی وجہ سے بھی بڑی آفتیں پیدا ہوئی ہیں جو کم علم علماء اور واعظانِ شریں مقال قسم کے لوگ اپنے مواعظ وخطبات بلکہ تحریروں میں بھی بلا تامل بیان کرتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

((من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار .)) (ترمذی بہ حوالہ مشکاۃ)

''جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے گا، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔''

اس کی ایک وجہ تو کم علمی، بالخصوص علم اُصول حدیث اور فن اسماء الرجال سے ناآشنائی ہے۔

دوسری وجہ عوام کو خوش کرنے کے لیے گرمی محفل کا سامان مہیا کرنا ہے جو موضوع اور ضعیف روایات سے بہ آسانی میسر آجاتا ہے۔

تیسری وجہ خوفِ الٰہی کا فقدان اور بارگاہِ الٰہی میں جواب دہی کے تصور کا دھندلا جانا ہے۔

چوتھی وجہ حزبی تعصّبات اور فقہی جمود ہے جو بہت سے اہل علم کو ضعاف وموضوع روایات سے استشہاد پر مجبور کرتا ہے۔

اسی لیے محدثین رحمہم اللہ نے جہاں احادیث کے جمع وتدوین کا کام کیا، وہاں اُنھوں نے احادیث کی تحقیق اور چھان پھٹک کے لیے اُصول وضوابط مقرر فرمائے جس کو علم مصطلح الحدیث کہا جاتا ہے۔

ثانیاً: راویان احادیث کے حالات ضبط فرمائے جس کو فن اسماء الرجال کہا جاتا ہے۔ یہ دو فن ایسے ہیں جو صرف اہل اسلام کا امتیاز ہیں اور جن کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور عمل وکردار مکمل طور پر محفوظ ہو گیا جو اصل دین ہے۔ یہ شرف وامتیاز صرف اسلام اور پیغمبر اسلام ہی کو حاصل ہے، جو اللہ تعالیٰ کے تکوینی انتظام کے تحت محدثین کرام کے ذریعے سے تکمیل پذیر ہوا۔

علاوہ ازیں مذکورہ حدیث رسول کے پیش نظر (جس میں رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط بات کی نسبت کرنے پر جہنم کی شدید وعید ہے) اور دین اسلام کی اصل شکل وصورت کو محفوظ رکھنے کے لیے محدثین نے ضعیف احادیث کے بارے میں نہایت سخت موقف اختیار کیا اور سوائے چند صورتوں کے ان کو بیان کرنے کی اجازت نہیں دی اور وہ بھی مشروط طور پر۔ وہ شرطیں حسب ذیل ہیں:

اول: وہ حدیث بہت زیادہ ضعیف نہ ہو، یعنی اس میں کوئی متہم بالکذب والفسق راوی نہ ہو۔

دوم: وہ کسی اصل شرعی کے ذیل میں آتی ہو جس پر قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں عمل کرنا ثابت ہو۔

سوم: اس پر عمل کرتے ہوئے اس کے ثابت ہونے کا اعتقاد نہ رکھا جائے۔

ایک چوتھی شرط بعض حضرات کے نزدیک یہ ہے کہ وہ حدیث فضائل اور ترغیب وترہیب کے ذیل میں ہو۔ لیکن محققین کے نزدیک یہ بھی جائز نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ صحیح اور حسن احادیث ہر موضوع پر اتنی وافر تعداد میں ہیں کہ فضائل میں بھی ضعیف روایات کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی موقف اسلم واحوط اور اصوب ہے۔

ان شروط سے واضح ہے کہ محدثین نے ضعیف احادیث کو بغیر کسی شرط اور قید کے بیان کرنے کی اجازت نہیں دی۔ لیکن اُمت مسلمہ کی بدقسمتی ہے کہ اس کے باوجود دنیائے اسلام (عرب وعجم) میں ضعیف بلکہ موضوع احادیث تک کا چلن عام ہے اور اس کے وہی چار اسباب ہیں جو ہم نے پہلے بیان کیے ہیں۔

شیخ زبیر علی زئی اور شیخ البانی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم کی کاوشیں:

اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تجدید واصلاح کے لیے جو وقتاً فوقتاً علمائے حق اور مصلحین اُمت پیدا فرماتا رہتا ہے، ان میں نقد حدیث کے ماہرین بھی ہوتے ہیں کیوں کہ دین کی حفاظت کا اہم ذریعہ احادیث کی حفاظت ہی ہے۔ احادیث کو ہر طرح کے غث وثمین سے بچائے بغیر دین کی حفاظت ممکن نہیں۔

احادیث کی حفاظت کا یہ کام ہر دور میں اُن علمائے حدیث کے ذریعے سے ہوتا چلا آ رہا ہے جو محدثین کی فکر کے حامل اور ان کے منہج کے وارث ہیں جو نہ کسی تقلیدی مذہب سے وابستہ ہوتے ہیں اور نہ کسی حزبی تعصب کے شکار۔ تاہم ان کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ ایسے رجال کار بھی پیدا فرماتا رہتا ہے جو زیادہ وسعت اور ہمہ گیریت کے ساتھ نقد وتحقیق حدیث کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ جیسے ہمارے دور میں شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ ہیں جن کی خدماتِ حدیث محتاج تعارف نہیں۔

ہماری ملکی سطح پر اسی دور میں ہمارے ممدوح شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی اسی صف میں آتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تحقیق احادیث کی عظیم خدمت کا موقع عطا فرمایا۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کی طرح اُنھوں نے بھی احادیث کے متداول مجموعوں سے (جیسے سنن اربعہ وغیرہ ہیں) ضعیف احادیث کو صحیح احادیث سے الگ کر دیا ہے۔ دارالسلام کے زیر انتظام چھپنے والی سنن اربعہ (ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) اردو اور عربی ایڈیشن دونوں ہی شیخ رحمہ اللہ کی تحقیق سے آراستہ ہیں۔ تقبل الله جهوده واجزل ثوابه .

ان کی ان مساعی سے عوام وخواص دونوں کے لیے صحیح وضعیف احادیث کا پہچاننا آسان ہو گیا ہے۔ جزاه الله احسن الجزاء عن الاسلام والمسلمین .

حدیث حسن لغیرہ کے بارے میں ایک اختلاف اور اس کی حقیقت:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب شیخ البانی کے ذریعے سے سنن اربعہ کی تحقیق منظر عام پر آ چکی تھی تو پھر ہمارے شیخ ممدوح کو یہ کام کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ اس کی غالباً (واللہ اعلم) دو وجہ معلوم ہوتی ہیں:

ایک تو یہ کہ دارالسلام ایک بین الاقوامی ادارہ ہے، اس کی مطبوعات عالم عرب میں بھی جاتی ہیں، اگر دارالسلام شیخ البانی کی تحقیق کے ساتھ سنن اربعہ شائع کرتا تو اس کے حقوق اشاعت کا مسئلہ پیدا ہو جاتا، جن عرب ناشرین کے پاس شیخ البانی کی تالیفات کے حقوق اشاعت ہیں، وہ اس پر معترض ہوتے جس سے نمٹنا ادارے کے لیے نہایت مشکل تھا۔

دوسری وجہ شیخ علی زئی کا اپنا انداز تحقیق تھا جو شیخ البانی سے قدرے مختلف تھا۔ ضعیف احادیث کے بارے میں اگرچہ دونوں کا موقف ایک ہی تھا کہ یہ یکسر نا قابل حجت ہیں چاہے وہ عقائد واحکام سے متعلق ہوں یا فضائل اعمال سے ان کا تعلق ہو۔ لیکن ایک اُصول میں شیخ زبیر علی زئی نے زیادہ سخت موقف اختیار کیا اور وہ اُصول تھا ''حسن لغیرہ'' کی بابت۔ عام محدثین کے نزدیک حسن حدیث کی دو قسمیں ہیں: حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ۔ حسن لذاتہ وہ حدیث ہے جس میں صحیح حدیث کی طرح کوئی علت ہو اور نہ شذوذ۔ لیکن اس کے رُواۃ حفظ وضبط میں صحیح کے رُواۃ سے کم درجہ ہوں۔ تاہم یہ بھی صحیح حدیث کی طرح قابل حجت ہے۔ اور حسن لغیرہ محدثین کے نزدیک وہ حدیث ہے جو ضعیف ہو لیکن متعدد طرق سے مروی ہو۔ مگر اس ضعیف حدیث کا سبب ضعف راوی کا فسق یا کذب نہ ہو بلکہ راوی کا سوئے حفظ یا انقطاع سند یا رواۃ کی جہالت ہو۔ جب ایسی ضعیف حدیث ایک سے زیادہ طرق سے مروی ہو اور دوسرے طرق بھی اسی کے مثل یا اس سے قوی تر ہوں تو ایسی ضعیف حدیث تعددِ طرق کی وجہ سے حسن کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ ایسی حسن لغیرہ حدیث، اگرچہ رتبے میں حسن لذاتہ سے کم تر ہے تاہم قابل حجت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک متعدد طرق سے، بہ شرط کہ ان طرق کا ضعف

شدید نہ ہو بلکہ اس جیسا ہی ہو یا اس سے بھی کم تر ہو، اس ضعیف حدیث کے ضعف کا انجبار ہو جاتا ہے، یا اس کی کوئی نہ کوئی اصل معلوم ہوتی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا جو حدیث سنداً ضعیف ہو اور اس کا ضعف شدید ہو، مثلاً اس کا راوی متہم بالکذب یا متہم بالفسق وغیرہ ہو اور اگر وہ متعدد طرق سے مروی ہو لیکن اس کے سارے طرق اسی طرح ہی شدید ضعف کے حامل ہوں تو ایسی روایت ضعیف اور نا قابل حجت ہی ہوگی۔ گویا محدثین کے نزدیک محض ضعیف حدیث کا متعدد طرق سے مروی ہونا، حسن ہونے کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ خاص قسم کی مشروط ضعیف احادیث مل کر حسن لغیرہ قرار پا سکتی ہیں، مطلقاً ضعیف حدیث کا متعدد طرق سے مروی ہونا حسن لغیرہ ہونے کے لیے کافی نہیں ہوگا۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا موقف تھا کہ ضعیف حدیث حسن لغیرہ کے درجے تک نہیں پہنچ سکتی۔ یعنی اُنھوں نے ضعف کے درجات کو تسلیم نہیں کیا بلکہ ضعف شدید ہو یا خفیف، انھوں نے اسے مطلقاً نا قابل حجت سمجھا ہے اور ان کے نزدیک ایسی احادیث حسن لغیرہ قرار نہیں پاسکتیں، اس لیے اُنھوں نے حسن لغیرہ کا انکار کر دیا اور اس ایک اُصول میں اختلاف کی وجہ سے ان کی روش دیگر محدثین سے مختلف ہوگئی اور یوں دونوں کے الگ الگ اندازِ تحقیق کی وجہ سے حدیث کی صحت وضعف کا حکم بھی مختلف ہوگیا۔

تاہم یہ اختلاف ایک اُصول ہونے کے باوجود اتنا زیادہ اہمیت کا حامل نہیں ہے کیوں کہ دونوں کے نزدیک احادیث کی حجیت واہمیت مسلّمہ ہے۔ نیز دونوں کے ہاں ہی نہ کوئی حزبی تعصّبات ہیں اور نہ کوئی ذہنی تحفظات، جیسا کہ اہل تقلید کا شیوہ ہے۔ بلکہ عام محدثین کا موقف بھی احتیاط ہی پر مبنی ہے کہ شدید ضعف والی روایت، چاہے کتنے بھی طرق سے مروی ہو، نا قابل حجت ہے اور شیخ علی زئی کا موقف شدت احتیاط پر مبنی ہے کہ مطلقاً ہر قسم کا ضعف نا قابل قبول ہے، ضعف شدید ہو یا خفیف۔ ایک گروہ کا جذبہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث پر عمل سے ہم محروم نہ رہ جائیں اس لیے اُنھوں نے یہ سمجھا کہ ضعف خفیف کے انجبار سے اس کے حدیث رسول کے ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے اور دوسرے گروہ کا جذبہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو آپ ﷺ کی نہ ہو۔ دونوں کے جذبات اور مقاصد صحیح ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت وعقیدت کے مظہر۔ گویا ؎

عبارا اتنا شتى و حسنك واحد
كل الى ذاك الجمال يشير

اس کے برعکس مقلدین جامدین کے چونکہ حزبی تعصّبات ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ حدیث کی تحقیق اور اس سے استدلال کے وقت ذہنی تحفظات کا شکار ہوتے ہیں تو وہ صحیح احادیث کو ضعیف اور ضعیف احادیث کو صحیح باور کرانے کی مذموم سعی کرتے ہیں کیوں کہ ان کے نزدیک حدیث کی اتنی اہمیت نہیں ہوتی جتنی اہمیت اپنے امام اور اپنے فقہی مذہب کی ہوتی ہے۔ اس لیے وہ حدیث حدیث تو کہتے ہیں لیکن حدیث بزبان حال کہتی ہے ؎

كل يدعي و صلا لليلى
وليلى لا تقر لهم بذاك

محدثین کرام اور ان کے منہج کے وارث اور پیروکار اہل حدیث اللہ کے فضل سے حدیث کی اس ناقدری سے محفوظ ہیں اور حدیث پر صدق دل سے عمل کرنے کے جذبے سے سرشار ہیں۔ فالحمد لله على ذلك الف الف مرة.

عوام کی ایک اُلجھن اور اس کا حل:

اس موقع پر ایک اور امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے اور اس کا تعلق زیادہ تر عوام سے ہے۔ جو حدیث پر عمل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ایک حدیث کی صحت وضعف میں اختلاف ہمارے لیے

الجھن کا باعث ہے کہ ہم کس کی تحقیق پر عمل کریں؟ ایک کے نزدیک وہ حدیث صحیح یا حسن جب کہ دوسرے کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو راقم یہی کہتا ہے کہ جس شخص کی تحقیق پر بھی تم عمل کرلو گے، ٹھیک ہوگا۔ کیوں کہ دونوں محدث یا محقق کسی کے مقلد نہیں ہیں، اس لیے تحقیقِ حدیث میں دونوں کے نزدیک نقد حدیث کے وہ مسلّمہ اصول وضوابط ہی پیش نظر ہیں جو محدثین نے مقرر فرمائے ہیں۔ گو ان کی تطبیق میں اختلاف کی وجہ سے حکم میں اختلاف ہوگیا ہے۔ یا ایک محدث نے اس لیے روایت کو ضعیف قرار دے دیا کہ سماع کی صراحت نہیں ملی جب کہ دوسرے محدث کو اس کے سماع کی صراحت مل جانے کی وجہ سے وہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہوگئی۔ وعلی ہذا القیاس صحت وضعف کے دیگر اسباب ہیں۔ ایک کے نزدیک سبب ضعف موجود ہے، دوسرے کے نزدیک وہ سبب موجود نہیں ہے یا دوسرے وجوہات سے اس کا ازالہ ہوگیا ہے۔ اس بنا پر ایک کے نزدیک وہ حدیث ضعیف اور دوسرے کے نزدیک صحیح یا حسن ٹھہری۔

عوام جس محدث کی رائے پر بھی عمل کرلیں گے، وہ ان شاء اللہ عند اللہ ماخوذ نہیں بلکہ ماجور ہی ہوں گے۔

دار السلام نے سنن اربعہ (جن میں سے تین: ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ منصۂ شہود پر آچکے ہیں) کے اردو ایڈیشن میں اسی لیے یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور دیگر محققینِ حدیث کے درمیان جن احادیث کی صحت وضعف میں اختلاف سامنے آیا، وہاں فوائد میں اس کی صراحت یا کسی ایک کی رائے کے راجح ہونے کی وضاحت کردی ہے۔ جامع الترمذی کی ایڈیٹنگ میں بھی اسی اصول کو سامنے رکھا جائے گا، ان شاء اللہ، جس کی اشاعت وتصحیح اور نظر ثانی کا کام دوسرے منصوبوں کی وجہ سے رکا ہوا ہے۔

(جاری ہے)

الاعتصام دوسروں تک بھی پہنچائیں

الحمد للہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور، اپنے سفر کی 66 ویں منزل میں داخل ہوگیا ہے۔ اس کے مضامین تحقیقی، علمی وفقہی ہونے کے ساتھ ساتھ تفسیر القرآن، درسِ حدیث، علوم ومعارف کے علاوہ بین الاقوامی اور ملکی سیاسی، سماجی مسائل پر بھی ہوتے ہیں۔ الاعتصام جہاں جہاں پہنچ رہا ہے اللہ کے فضل وکرم سے اس کے مضامین کو لوگ ذوق شوق سے خود بھی پڑھتے ہیں اور دوسروں کو بھی یقیناً پڑھاتے ہوں گے۔ ہم قارئین سے التماس کرتے ہیں کہ الاعتصام کی توسیع اشاعت کے لیے تھوڑی تھوڑی کوشش کرکے اپنے دوستوں، اہل علم حضرات وخواتین، مساجد ومدارس کے منتظمین وغیرہم کو ترغیب دلائیں اور اسے جاری کروائیں۔

سالانہ زرتعاون مبلغ پانچ سو روپے ہے۔ ششماہی تین سو روپے ہے۔ بہ ذریعہ منی آرڈر یا بہ ذریعہ چیک (بغیر کراس) یہ رقم ارسال کی جاسکتی ہے۔ سال میں پچاس شمارے ہوتے ہیں اور سال کے بعد ایک پوری کتاب بن جاتی ہے۔ خطباء حضرات کے لیے "الاعتصام" بڑا ممد ومعاون ہوتا ہے۔ کئی خطیب حضرات اس کے مضامین سے استفادے کے بعد خطبات جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے ہیں۔ نیز کتاب وسنت کی صحیح راہنمائی کے لیے بھی اس کا مطالعہ بڑا مفید ہے۔ قارئین کوشش فرمائیں اور نئے دوستوں کے نام جاری کروائیں۔ امید ہے آپ سب حضرات ادارے کے ساتھ تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ جزاکم اللہ خیراً

(ناظم دفتر ہفت روزہ الاعتصام، ۳۱۔ شیش محل روڈ، لاہور ۵۴۰۰۰)

خدمات علمائے اہل حدیث

قسط نمبر ۲ آخری

حضرت بٹالوی رحمہ اللہ سے مرزا قادیانی کا آخری فیصلہ

ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ

مرزا غلام احمد قادیانی کے عدالتی اقرار نامے سے فی الحال صرفِ نظر کر کے ہم قادیانی اشتہار بازی کی طرف چلتے ہیں جو اُنھوں نے شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے موقوفی جنگ کے اعلانات کے باوجود جاری کر رکھی تھی۔ قادیانی مورخ آنجہانی دوست محمد شاہد نے لکھا ہے:

''مولوی عبدالقادر لدھیانوی (مرزائی) نے حضرت اقدس (مرزا قادیانی) سے بٹالہ میں مولوی محمد حسین سے مباہلہ کرنے کی درخواست کی جسے حضور (مرزا قادیانی) نے منظور فرما لیا۔ جس پر اُنھوں نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بھی ایک طویل خط میں سچائی کے فیصلے کے لیے حضرت اقدس (مرزا قادیانی) سے بٹالہ میں بلاشرط مباہلہ کرنے کی پرزور دعوت دی۔ اور انھیں تحریص و ترغیب دلانے کے لیے ۲۰۰ روپے نقد انعام دینے کی پیش کش کی۔ مولوی عبدالقادر صاحب (لدھیانوی) کا یہ خط جب الحکم قادیان (۲۰-۲۷ ستمبر ۱۸۹۸ء) میں شائع ہوا تو شملہ، سیالکوٹ، بٹالہ اور الٰہ آباد کی جماعتوں کے علاوہ اور دیگر مقامات کے بعض مخلص احباب کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ انھیں بھی مباہلہ کی تحریک میں شامل کیا جائے اور انعام کی پیش کش بھی کی، جس سے اکتوبر ۱۸۹۸ء کے آخر تک انعامی رقم دو ہزار پانچ سو پچیس روپے آٹھ آنے تک پہنچ گئی۔''

(تاریخ احمدیت: ۳/۳۱)

اور شیخ یعقوب علی تراب قادیانی (ایڈیٹر اخبار الحکم، قادیان) نے درج ذیل اشتہار شائع کیا:

''مولوی محمد حسین بٹالوی پر آخری حجت یعنی بلاشرط مباہلہ کی دعوت اور دو ہزار پانچ سو روپے آٹھ آنے کا انعام۔

یہ امر بہ وضاحت بیان ہو چکا ہے کہ میاں محمد حسین بٹالوی ہی جناب حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی تکفیر کا اصل محرک اور بانی ہوا ہے۔ اور باقی تمام مکفرین نے اس کی یا اس کے استاد میاں نذیر حسین دہلوی کی پیروی کی ہے، اس لیے اسی کو اس درخواست مباہلہ میں مخاطب کیا گیا ہے۔ چونکہ اس نے حضرت اقدس مرزا صاحب کی تکفیر اور تکذیب پر حد سے زیادہ زور مارا ہے اور باوجود یہ کہ وہ اپنی ناکامیوں اور حضرت اقدس کی کامیابیوں کو بار ہا دیکھ چکا ہے اور بہت سے نشانات ملاحظہ بھی کر چکا ہے، مگر اپنی غلطیوں کا اعتراف نہیں کرتا، اس لیے اس کو مباہلے کی دعوت دی جاتی ہے جو آسمانی اور خدائی فیصلہ ہے۔ یہ مباہلہ بدون کسی قسم کی شرط کے ہوگا۔ اور اگر ایک سال کے اندر نتیجہ مباہلہ ہمارے حق میں نہ ہوا اور ایک اثر قابل اطمینان ہماری تائید میں ظہور میں نہ آیا تو رقم مندرجہ بالا، جو پہلے سے جمع کرا دی جائے گی، ان کو بہ طور نشان کامیابی ان صاحبوں کی طرف سے دی جائے گی جنھوں نے مقرر کی ہے۔ اب ہم پنجاب کے ان معززین کو جو میاں محمد حسین کو جانتے ہیں اور ان سربر آوردہ حضرات کو جن کی شیخ صاحب سے آشنائی ہے اور ان خدا ترس لوگوں کو جو اسلام میں تفرقہ اور فتنہ پسند نہیں کرتے، مخاطب کر کے کہنا چاہتے ہیں کہ وہ خلق اللہ پر رحم کریں اور ان کو پریشانی اور گھبراہٹ میں نہ رہنے دیں وہ

میاں محمد حسین صاحب کو مباہلے پر آمادہ کریں تا کہ یہ آئے دن کا جھگڑا ایک سال کے اندر طے ہو جاوے۔ میاں محمد حسین بٹالوی کو اختیار ہوگا کہ اخیر نومبر ۱۸۹۸ء تک کسی وقت منظوری مباہلہ کی درخواست مطبوعہ یا بہ صیغہ رجسٹری ہمارے پاس بھیج دیں۔'' (مجموعہ اشتہارات قادیانی: ۳/ ۸۸-۹۰)

انعام کا کیا مطلب ؟ یہ کیوں نہیں کہا کہ جھوٹے ہونے کی صورت میں مرزا صاحب اپنے دعاوی کو ترک کر دیں گے اور ان کے مرید قادیانیت ترک کر دیں گے!!!

قادیانی اشتہار بازی کے جواب میں شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے دوستوں نے درج ذیل اشتہار دیا:

'' سچے اور قطعی فیصلے کی صورت صواب

دجال کادیانی کے اشتہار مباہلہ کا جواب

دجال کادیانی کو ڈگلس (ڈپٹی کمشنر، گورداس پورا) نے دبایا اور اس سے عہد لے لیا کہ آئندہ دل آزار الفاظ سے زبان بند رکھے (چنانچہ ماہ نامہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۹، جلد ۱۸ کے صفحہ ۲۵۹ میں تفصیل سے بیان ہوا ہے) اور اس وجہ سے اس کو مجبوراً الہام کے ذریعے لوگوں کی دل آزاری سے زبان بند کرنا پڑی اور الہامی گولے چلانا، یا یوں کہو کہ گوز چھوڑنا، ترک کرنا ضروری ہوا۔ اور پھر الہامی دل آزاری کے سوا اس کا کام بند ہونے لگا اور اس کی دکان داری میں نقصان واقع ہوا تو اس نے اپنے نائبین کے ذریعہ یہ کام شروع کر دیا۔ تب سے وہ کام اس کے نائب کر رہے ہیں۔ اور اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعے سے لوگوں کی دل آزاری میں مصروف ہیں۔ ازاں جملہ بعض کا ذکر ماہ نامہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۳ جلد ۱۹ کے صفحہ ۷۷ وغیرہ میں ہوا ہے۔ ازاں جملہ بعض کا ذکر ذیل میں ہوتا ہے:

اس کے چند نائبینِ لاہور ولدھیانہ وپٹیالہ وشملہ نے مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب کے نام اس مضمون کے اشتہار جاری کیے ہیں کہ وہ بہ مقام بٹالہ، کادیانی کے ساتھ مباہلہ کر لیں۔ اور اس مباہلے کا اثر ظاہر نہ ہونے کی صورت میں آٹھ سو پچیس روپے (جس کو وہ ان چاروں مواضع سے جمع کر کے پیش کریں گے) انعام لیں۔ اس کے ساتھ ان لوگوں نے دل کھول کر دل آزاری وبدگوئی سے اپنے دلوں کا ارمان نکالا اور کادیانی کی نیابت کو پورا کر دکھایا۔ میں ان لوگوں کی جرأت وحیا پر تعجب کرتا ہوں کہ باوجود یہ کہ مولانا مولوی (محمد حسین) صاحب اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ اور ۱۲ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۶۶ و ۱۸۸ و ۳۱۳ اور نمبر ۳ جلد ۱۸ کے صفحہ ۸۶ اور دیگر مقامات میں کادیانی سے مباہلے کے لیے مستعدی ظاہر کر چکے ہیں اور اس سے گریز وانکار اسی کادیانی بدکار کی طرف سے ہوا ہے، نہ مولانا موصوف کی طرف سے۔ پھر یہ لوگ کس منھ سے مولانا مولوی (محمد حسین) صاحب کو مباہلے کے لیے بلاتے ہیں اور شرم وحیا سے کچھ کام نہیں لیتے۔ اسی وجہ سے مولوی (محمد حسین) صاحب ان مجاہیل کی فضول لاف وگزاف کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ان لوگوں کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے۔

البتہ ان کے مرشد دجال اکبر، اکذب العصر سے مباہلہ کرنے کے لیے ہر وقت بغیر کسی شرط کے مستعد وتیار ہیں اگر کادیانی اپنی طرف سے دعوت مباہلہ کا اشتہار دے، یا کم سے کم یہ مشتہر کر دے کہ اس کے مریدوں نے جو اشتہار دیے ہیں وہ اسی کی رضا مندی وترغیب سے دیے ہیں۔ اس میں مولوی صاحب ممدوح اپنی طرف سے کوئی شرط پیش نہیں کرتے۔ صرف کادیانی کی شروط ومعیاد ایک سال کو اُڑا کر یہ چاہتے ہیں کہ اثر مباہلہ اسی مجلس میں ظاہر ہو، یا زیادہ سے زیادہ تین روز میں، جو عبداللہ آتھم کے مباہلہ وقسم کے لیے اس نے

تسلیم کیے تھے۔اور قبل از مباہلہ، کادیانی اس اثر کی بھی تعیین کردے کہ وہ کیا ہوگا۔اس کی وجہ ودلیل بہ تفصیل مع حوالہ حدیث وتفسیر وہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۷۱ وغیرہ اور نمبر ۳ جلد ۱۸ کے صفحہ ۸۶ میں بیان کر چکے ہیں کہ یہ میعاد ایک سال کی خلاف سنت ہے اور اس میں کادیانی کی حیلہ سازی وفریب بازی کی بڑی گنجائش ہے۔اور درصورت نہ ہونے ظاہر اثرِ مباہلہ کے مولوی (محمد حسین) صاحب کچھ نقد انعام لینا نہیں چاہتے۔صرف وہی سزا تجویز فرماتے ہیں جو کادیانی نے عبداللہ آتھم کے متعلق پیش گوئی پوری نہ ہونے کی صورت میں اپنے لیے خود تجویز کی تھی کہ اس کا منھ کالا کیا جائے اور بجائے دینے جرمانہ یا انعام آٹھ سو پچیس روپے کے صرف آٹھ سو پچیس جوتے حضرت اقدس (اکذب) کے سر مبارک پر رسید ہوں جن کو ان کے چاروں مواضع کے مرید آپ کی نذر کریں۔اور اس کفش کاری اور پاپوش باری کے بعد پھر گدھے کی سواری پر آپ کا جلوس نکلے اور آگے آگے آپ کے مخلص مرید بہ طور مرثیہ خوانی یہ مصرع پڑھتے جائیں ع

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

اور یہ شعر صائب کا ؎

بنمائے بہ صاحب نظرے گوہر خودرا
عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

اور یہ رباعی ؎

مرسل یزدانی و عیسیٰ نبی اللہ شدی
بازی گوئی کہ دجالت نخوانند اے حمار!
کفشہا برسر خوری از افترائے ناسزا
روسیہ گشتی میان مردم قرب و جوار

اور یہ بیت (شعر) اردو ؎

اڑاتا خاک سر پر جھومتا مستانہ آتا ہے
یہ کھاتا جوتیاں سر پر مرا دیوانہ آتا ہے

راقم: سید ابوالحسن تبتی حال وارد کوہ شملہ سنجولی

۳۱/ اکتوبر ۱۸۹۸ء

ضروري نوٹ: ①......نائبینِ دجال اکبر، کادیانی لعین نے جو اشتہاروں میں لکھا ہے کہ ”نام کا مولوی عبدالقادر لودہانوی، مولوی محمد حسین صاحب کا ہم مکتب ہے۔“ یہ محض دروغ ہے۔مولوی (محمد حسین) صاحب فرماتے ہیں کہ وہ بدنصیب بہ مقام ہندلہ (جب کہ ہم مولوی نورالحسن صاحب مرحوم سے شمس بازغہ پڑھتے تھے) ہم سے شرح ملا پڑھا کرتا تھا۔اب وہ ہمارا ہم مکتب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس پر فخر کر رہا ہے۔کیوں نہ ہو، یہ قدیم سے ہوتا چلا آیا ہے۔جس کی شکایت اس شعر میں ہے ؎

کس نیا موخت تیر از من
کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

②......یہ بھی مریدان دجال نے مشتہر کیا ہے کہ عبدالقادر نے قلمی خط مولوی محمد حسین صاحب کے پاس بھیجا ہے۔مولوی (محمد حسین) صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بھی محض کذب ہے، لعنة الله على الكاذبين، ہم کو عبدالقادر کا کوئی خط نہیں پہنچا۔قلمی خط تو ایک طرف رہا، کوئی مطبوعہ پرچہ اخبار الحکم جس میں اس کا خط درج ہوا ہے، یا کوئی اشتہار لاہور یا شملہ وغیرہ سے بھی اس مضمون کا کادیانی یا اس کے اتباع کا مرسلہ ہم کو نہیں پہنچا۔بہت مشکل اور تلاش سے ہم نے ایک مدرس سکول بٹالہ سے اخبار کا پرچہ مستعار لے کر شیخ فتح محمد اہل حدیث گجرات کے قلم سے وہ خط نقل کرایا۔اور اشتہار اہل شملہ ہم نے شملہ کے ایک کلرک محکمہ آب وہوا سے بہ تقاضا وصول کیا۔اور اس دجال کے چیلوں کی قدیم عادت

ہے کہ جو مضمون جواب طلب چھاپتے ہیں اس کی کاپی ہماری طرف نہیں بھیجتے۔

③......عربی نویسی میں دجال کادیانی کا مقابلہ کرنے سے گریز یا اعراض کو جوان نائبین دجال نے مولوی (محمد حسین) صاحب کی طرف منسوب کیا ہے اس میں ان گم ناموں نے دجال اکبر کی سنت پر عمل کیا ہے۔ مولوی صاحب موصوف اپنے رسالہ (ماہ نامہ) اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۵۹ میں کادیانی کو عربی میں مقابلے کے لیے للکار چکے ہیں۔ پھر نمبر ۱۲ جلد ۱۵ میں کادیانی کی عربی نویسی کا اچھی طرح بخیہ ادھیڑ چکے ہیں۔ مگر اس گروہ بے شکوہ نے شرم وحیا کو نصیب اعداء سمجھ کر ان دعاوی باطلہ واغلیط عاطلہ کادیانی کا اعادہ کر کے گڑے مردے اکھاڑنے کو عمل میں لا کر لوگوں کو دھوکا دیا ہے۔ ان میں ذرہ شرم ہوتی تو وہ (ماہ نامہ) اشاعۃ السنۃ کے ان مقامات کو پڑھ کر ڈوب مرتے اور پھر عربی نویسی کا دعویٰ زبان پر نہ لاتے۔ مگر یہاں شرم کہاں؟ ان کا مقولہ ہے کہ ع

شرم چہ کنی است کہ پیش مرداں بیاید

④......قادیانی کے مستجاب الدعوات ہونے کا، جو اس شیخ چلی کے شاگردوں نے دعویٰ کر کے اس مولوی صاحب کا مقابلہ چاہا ہے، اس کا جواب مولوی صاحب (ماہ نامہ) اشاعۃ السنۃ نمبر ا جلد ۱۴ میں ۱۸۹۱ء اور نمبر ا جلد ۱۶ بابت ۱۸۹۵ء کے صفحہ ۱۴۵ وغیرہ میں دے چکے ہیں۔ مگر ان حیا کے دشمنوں نے حیا سے قسم کھا کر انھی پچھلی باتوں کا اعادہ شروع کر دیا ہے۔ ہم کہاں تک جواب دیتے جاویں۔

مولوی سید ابوالحسن تبتی نے جو ۸۲۵ روپے انعام کے بدلے آٹھ سو پچیس جوتے کادیانی کے لیے تجویز کیے ہیں، اس پر حضور ایں جناب کا صاد ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس قدر رعایت ضروری ہے کہ اگر حضرت اقدس کادیانی اس قدر جوتوں کے بہ ذات شریف ونفس نفیس متحمل نہ ہو سکیں اور سر مبارک حضرت اکذب کا گنجہ ہو جاوے یا جوتوں کی مار سے آپ کو الہامی قبض لاحق ہو جاوے تو باقی ماندہ آپ کے نائبین، جنھوں نے گم نام اشتہارات دیے ہیں، آپس میں اس طرح بانٹ لیں کہ لاہور والے مخلص گم نام پٹیالہ والوں کو اور لدھیانہ والے شملہ والوں کو اور پٹیالہ والے لدھیانہ والوں کو اور اسی طرح وہ ایک دوسرے کو بہ طور ہمدردی مدد دیں۔ ہم کو اس بات پر اصرار نہیں کہ وہ سب جوتے حضرت اقدس (اکذب) ہی کے سر پر پورے کیے جاویں۔ یہ امر بہ حکم آیت ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ ہم کو پسندیدہ نہیں اور عام ہمدردی انسانی اور اُصول اخلاق کے بھی مخالف ہے۔ الراقم: ملا محمد بخش، لاہور۔ ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء۔ محمد بخش قادری منیجر اخبار جعفر زٹلی، تاج الہند پریس، لاہور۔''

(مجموعہ اشتہارات قادیانی: ۳/۶۲-۶۷)

اشتہار منقولہ بالا کے جواب میں مرزا قادیانی نے ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء والا مشہور اشتہار شائع کیا جس کا عنوان ''ہم فیصلہ خدا پر چھوڑتے ہیں'' رکھا۔ اس اشتہار میں مرزا قادیانی نے پیش گوئی کی کہ مولانا محمد حسین بٹالوی، مولوی ابوالحسن تبتی اور محمد بخش جعفر زٹلی ﷺ کو ۱۳ ماہ کے دوران ذلت اٹھانی پڑے گی۔ اور اس کے وقوع کو اُنھوں نے اپنے اور مولانا بٹالوی مرحوم کے درمیان حق و باطل کے تعین کے لیے آخری فیصلہ قرار دیا۔ یہ اشتہار درج ذیل ہے:

''جن لوگوں نے شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کے چند سال کے پرچہ اشاعۃ السنۃ دیکھے ہوں گے اور وہ اگر چاہیں تو محض للہ گواہی دے سکتے ہیں کہ شیخ صاحب موصوف نے اس راقم کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی۔ (اور میری صداقت کے) نشانوں سے شیخ محمد حسین اور اس

کے ہم مشرب لوگوں نے فائدہ نہیں اُٹھایا بلکہ سختی اور بدزبانی روز بہ روز بڑھتی گئی۔ چنانچہ ان دنوں میں میرے بعض دوستوں نے کمال نرمی اور تہذیب سے شیخ صاحب موصوف سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ مباہلہ کرکے تصفیہ کرلیں۔اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ اثر مباہلہ کے لیے اس طرف سے ایک سال کی شرط ہے اور یہ شرط الہام کی بنا پر ہے۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس درخواست مباہلہ کو جو نہایت نیک نیتی سے کی گئی تھی، شیخ محمد حسین نے قبول نہیں کیا اور یہ عذر کیا کہ تین دن تک مہلت اثر مباہلہ ہم قبول کرسکتے ہیں زیادہ نہیں۔سو شیخ محمد حسین نے باوجود بانی تکفیر ہونے کے اس راہ راست پر قدم مارنا نہیں چاہا اور بجائے اس کے کہ نیک نیتی سے مباہلے کے میدان میں آتا ، یہ طریق اختیار کیا کہ ایک گندہ اور گالیوں سے پر اشتہار لکھ کر محمد بخش جعفرزٹلی اور ابوالحسن تبتی کے نام سے چھپوادیا۔

اس وقت وہ اشتہار میرے سامنے رکھا ہے اور میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے اور وہ دعا جو میں نے کی ، یہ ہے کہ اے میرے ذوالجلال پروردگار! اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالے اشاعة السنة میں بار بار مجھ کو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفرزٹلی اور ابوالحسن تبتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھپا ہے، میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا تو اے میرے مولا! اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر ۱۳ ماہ کے اندر، یعنی ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کر اور اس روز روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔لیکن اگر اے میرے آقا! میرے مولا! میرے منعم! میری ان نعمتوں کے دینے والے جو تُو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں ، تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ ان تیرہ مہینوں میں جو پندرہ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک شمار کیے جائیں گے، شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبتی مذکور کو جنھوں نے میرے ذلیل کرنے کے لیے یہ اشتہار لکھا ہے، ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر۔میرے لیے یہ نشان ظاہر فرما کر ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ﴿ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ﴾ کا مصداق کر، آمین ثم آمین۔ یہ دعا تھی جو میں نے کی۔اس کے جواب میں یہ الہام ہوا کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا۔یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جن کا ذکر اس اشتہار میں ہے یعنی یہ خاکسار ایک طرف اور شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور مولوی ابوالحسن تبتی دوسری طرف سے ، خدا کے حکم کے نیچے ہیں ۔ ان میں سے جو کاذب ہوگا ، وہ ذلیل ہوگا۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بنا پر ہے اس لیے حق کے طالبوں کے لیے ایک کھلا کھلا نشان ہوکر ہدایت کی راہ ان پر کھولے گا۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات قادیانی:۳/۵۷-۶۱)

اس اشتہار کے حاشیے پر مرزا نے لکھا:

’’اس فیصلے کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔اب اگر میں جھوٹا اور دجال اور ظالم ہوں تو فیصلہ شیخ محمد حسین کے حق میں ہوگا اور اگر محمد حسین ظالم ہے تو فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔ وہ خدا ہر ایک کا خدا ہے ، جھوٹے کی کبھی تائید نہیں کرے گا۔اب آسانی سے یہ مقدمہ مباہلہ کے رنگ میں آگیا ہے۔خدا تعالیٰ سچوں کو فتح بخشے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات قادیانی:۳/۶۱)

چند روز بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے خاص اپنی جماعت کو مخاطب کر کے کہا:

''میں اپنی جماعت کے لیے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اس اشتہار کے نتیجے کے منتظر رہیں کہ جو ۲۱ نومبر کو بہ طور مباہلہ شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنۃ اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا ہے جس کی میعاد ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء میں ختم ہوگی۔ اور میں اپنی جماعت کو چند لفظ بہ طور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقویٰ پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلے پر یاوہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابلے میں گالیاں نہ دیں۔ وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے جیسا کہ وہ سن رہے ہیں، مگر چاہیے کہ خاموش رہیں اور تقویٰ اور نیک نیتی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فیصلے کی طرف نظر رکھیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں قابل تائید ہوں تو صلاح اور تقویٰ اور صبر کر ہاتھ سے نہ دیں۔ اب اس عدالت کے سامنے میرا مقدمہ ہے جو کسی کی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی۔ جب تک انسان عدالت کے کمرے سے باہر ہے اگرچہ اس کا بدی کا بھی مواخذہ ہے مگر اس شخص کے جرم کا مواخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بہ طور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے۔ اس لیے میں تمھیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور تقویٰ اختیار کرو اور خدا تعالیٰ سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمھاری قوم میں فیصلہ فرما دے۔ بہتر ہے کہ شیخ محمد حسین اور اس کے رفیقوں سے ہرگز ملاقات نہ کرو کہ بسا اوقات موجب جنگ وجدل ہو جاتی ہے۔ اور بہتر ہے کہ اس عرصے میں کچھ بحث مباحثہ بھی نہ کرو کہ بسا اوقات بحث مباحثے سے تیز زبانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ضرور ہے کہ نیک عملی اور راست بازی اور تقوے میں آگے قدم رکھو کہ خدا اُن کو جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام جو سب سے زیادہ اپنے زمانے میں حلیم اور متقی تھے، تقوے کی برکت سے فرعون پر کیسے فتح یاب ہوئے۔ فرعون چاہتا تھا کہ ان کو ہلاک کرے لیکن حضرت موسیٰ کی آنکھوں کے آگے خدا تعالیٰ نے فرعون کو مع اس کے تمام لشکر کے ہلاک کیا۔ مجھے افسوس سے اس جگہ یہ بھی لکھنا پڑا ہے کہ ہمارے مخالف ناانصافی اور دروغ گوئی اور کج روی سے باز نہیں آتے۔ وہ خدا کی باتوں کی بڑی جرأت سے تکذیب کرتے اور خدائے جلیل کے نشانوں کو جھٹلاتے ہیں۔ مجھے اُمید تھی کہ میرے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے بعد جو بہ مقابلہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے لکھا گیا تھا، یہ لوگ خاموش رہتے کیوں کہ اشتہار میں صاف طور پر یہ لفظ تھے کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک اس بات کی میعاد مقرر ہوگئی ہے کہ جو شخص کاذب ہوگا خدا اس کو ذلیل اور رسوا کرے گا۔ اور یہ ایک کھلا کھلا معیار صادق وکاذب تھا جو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ سے قائم کیا تھا اور چاہیے تھا کہ یہ لوگ اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد چپ ہو جاتے اور ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک خدا تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کرتے، لیکن افسوس کہ اُنھوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ زٹلی مذکور نے اپنے اشتہار ۲۰ نومبر ۱۸۹۸ء میں وہی گند پھر بھر دیا جو ہمیشہ اس کا خاصہ ہے اور سراسر جھوٹ سے کام لیا۔ وہ اشتہار میں لکھتا ہے کہ کوئی پیش گوئی اس شخص، یعنی اس عاجز کی پوری نہیں ہوئی۔ ہم اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔ اب یہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء آخری فیصلہ ہے۔ چاہیے کہ ہر طالب صادق صبر سے انتظار کرے۔ خدا جھوٹوں کذابوں دجالوں کی مدد نہیں کرتا۔ قرآن شریف

میں صاف لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ عہد ہے کہ وہ مومنوں اور رسولوں کو غالب کرتا ہے۔ اب یہ معاملہ آسمان پر ہے، زمین پر چلّانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ دونوں فریق اس کے سامنے ہیں اور عنقریب ظاہر ہوگا کہ اس کی مدد اور نصرت کس طرف آتی ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین والسلام علی من اتبع الھدی.

المشتہر خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان: ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء''

(مجموعہ اشتہارات قادیانی: ۳/ ۶۷-۷۳)

اور مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

''۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کا ہمارا اشتہار جو مباہلہ کے رنگ میں شیخ محمد حسین اور اس کے دو ہم راز رفیقوں کے مقابل پر نکلا ہے وہ صرف ایک دعا ہے۔ جس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جھوٹے کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ذلت پہنچے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جھوٹا مارا جائے یا کسی کوٹھے سے گرے۔ چونکہ محمد حسین اور زٹلی اور تبتّی نے افتراؤں اور لعنتوں اور گالیوں سے صرف میری ذلت چاہی ہے، اس لیے میں نے خدا تعالیٰ سے یہی چاہا ہے کہ اگر درحقیقت میں ذلت کے لائق اور کاذب اور دجال اور لعنتی ہوں جیسا کہ محمد حسین نے اس قسم کی گالیوں سے اپنے رسالے بھر دیے ہیں اور بار بار میرا دل دکھایا ہے تو اور بھی ذلیل کیا جاؤں اور شیخ محمد حسین کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عزت ملے۔ لیکن اگر میں کاذب اور دجال اور لعنتی نہیں ہوں تو جناب احدیت میں میری فریاد ہے کہ میرے ذلیل کرنے والے محمد حسین اور زٹلی اور تبتّی کو خدا کی طرف سے ذلت پہنچے۔ مجھے یہ الہام ہوا ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جو فریق درحقیقت خدا تعالیٰ کی نظر میں ظالم اور کاذب ہے، اس کو خدا ذلیل کرے گا اور یہ واقعہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک پورا ہو جائے گا۔''

(روحانی خزائن: ۱۴/ ۱۷۳-۱۷۶ (راز حقیقت) بہ عنوان حاشیہ متعلقہ ص: اول مورخہ اشتہار ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء)

دسمبر ۱۸۹۸ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ''کشف الغطاء'' کے عنوان سے ایک رسالہ لکھا جس کے ٹائٹل پر لکھا:

''یہ مؤلف تاج عزت جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دام اقبالہا کا واسطہ ڈال کر بہ خدمت گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ کے اعلیٰ افسروں اور معزز حکام کے بہ ادب گزارش کرتا ہے کہ براہِ غریب پروری و کرم گستری اس رسالے کو اول سے آخر تک پڑھا جائے یا سن لیا جائے۔''

یہ رسالہ جو ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء کو مطبوع ہوا، اس میں لکھا ہے:

''ایک شخص محمد حسین نامی نے جو ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنۃ کے اور ساکن بٹالہ ضلع گورداسپور ہے، میرے پر ایک کفر کا فتویٰ لکھا اور بہت سے مولویوں کے اس پر دستخط کرائے اور مجھے کافر اور دجال ٹھہرایا۔ اور یہاں تک کہ یہ فتویٰ دیا گیا کہ یہ شخص واجب القتل ہے اور ان کا مال لوٹ لینا جائز ہے اور ان کی عورتوں کو جبراً اپنے قبضے میں لے کر ان کے ساتھ نکاح کر لینا، یہ سب باتیں درست ہیں بلکہ موجب ثواب ہیں۔ چنانچہ اشتہار مورخہ ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ مطبوعہ مطبع حقانی لودیانہ اور رسالہ سیف مسلول مطبوعہ ایجرٹن پریس راولپنڈی کی پشت پر جو محمد حسین کی تحریک سے لکھے گئے ہیں یہ دونوں فتوے موجود ہیں۔ مگر جب رعب گورنمنٹ سے ان فتوؤں پر عمل درآمد نہ ہو سکا تو محمد حسین نے ایک اور تدبیر سوچی کہ اس شخص (مرزا قادیانی) کو نہایت سخت گالیوں اور دل آزار کلمات سے ہمیشہ رنج دینا چاہیے جیسا کہ اس نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ مطبوعہ ۱۸۹۸ء میں کئی جگہ اس بات کا خود اظہار کیا ہے۔ اس قسم کی گندی گالیوں اور بدزبانیوں کا

سلسلہ جاری رکھنے کے لیے ایک چالاک شخص کو جس کا نام محمد بخش جعفر زٹلی ہے اور لاہور میں رہتا ہے، مقرر کیا اور ہر ایک قسم کے گندے اشتہار خود لکھ کر اس کے نام پر چھپوائے اور درپردہ وہ سب کارروائی خود محمد حسین کی ہے۔ اور اس اپنی کارروائی سے وہ لوگوں کو اطلاع بھی دیتا رہا ہے اور اپنے رسالوں میں بھی شیخی کے طور پر یہ کام اپنی طرف منسوب کرتا رہا ہے۔ اور یہ تمام اشتہارات جو نہایت چالاکی اور بدزبانی سے ایک سال سے یا کچھ زیادہ عرصے سے محمد حسین شائع کر رہا ہے۔ یہ نہایت اوباشانہ طریق سے گندے سے گندے پیرائے میں لکھے جاتے ہیں اور ان اشتہاروں میں کوئی پہلو میری بے عزتی اور بے آبروئی کا اُٹھا نہیں رکھا۔ اور میرے تمام ننگ و ناموس کو خاک میں ملانا چاہا ہے اور ایسی گندی اور ناپاک تہمتوں پر مشتمل ہیں کہ میں گمان بھی نہیں کرسکتا کہ اس سختی اور بے شرمی کا برتاؤ کبھی ذلیل سے ذلیل قوم کے آدمی نے کسی اپنے مخالف کے ساتھ کیا ہو۔ ان اشتہارات میں سے جو ۱۲؍ اگست ۱۸۹۸ء کا اشتہار ہے جو مطبع تاج الہند میں چھپا ہے۔ ایسا ہی ایک دوسرا اشتہار جو ۲۵ ستمبر ۱۸۹۸ء میں مطبع فخر الدین پریس (لاہور) میں طبع ہوا۔ اور ایسا ہی ایک تیسرا اشتہار اور ضمیمہ ۱۱ جون ۱۸۹۷ء کا جو اسی مطبع میں طبع ہوا ہے۔ ان چاروں کا نمونے کے طور پر کسی قدر مضمون اس جگہ درج کرتا ہوں تا حکام کو معلوم ہو کہ کہاں تک میری ذلت کا ارادہ کیا گیا ہے۔ اور نہ ایک ماہ، نہ دو ماہ، بلکہ ایک سال سے ایسے گندے اشتہار جاری کر رہے ہیں جن کے متواتر زخموں کے بعد مجھے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء لکھنا پڑا جس میں جھوٹے کی ذلت خدا تعالیٰ سے طلب کی ہے۔ ❶، ❷

اور محمد حسین کے یہ چاروں اشتہار جو جعفر زٹلی کے نام پر نکالے گئے مجھے بے عزت کرنے کے لیے ان میں نہایت سخت اور گندے اور ناپاک الفاظ استعمال کیے ہیں۔ یعنی میری نسبت یہ لکھا ہے کہ اس شخص کی جورو کی اس کے بعض مریدوں سے آشنائی ہے اور پھر ٹھٹھے سے اپنے تئیں ملہم قرار دے کر میری نسبت لکھا ہے کہ ہمیں الہام ہوا ہے کہ اس شخص کی جورو محمد بخش جعفر زٹلی سے نکاح کرے گی۔ اور پھر میری نسبت ٹھٹھے سے لکھتا ہے کہ ہمیں الہام ہوا ہے کہ قادیانی ایک سخت مقدمے میں ماخوذ ہو کر پابجولاں قید فرنگ میں ڈالا جائے گا اور جلاوطن ہوگا اور حالت قید میں بالکل دیوانہ اور مخبط الحواس ہو جائے گا اور اس کے نیچے سے ایک ناسور کا پھوڑا پیدا ہوگا اور اس کو کوڑھ ہو جائے گا اور اس کے جسم میں بے شمار کیڑے پیدا ہوں گے اور اس کی صورت مطلقاً مسخ ہو جائے گی اور اس کی پیاری بیوی بعض مریدوں سے آشنائی کرے گی اور پھر محمد بخش جعفر زٹلی سے اس کا نکاح ہوگا اور

❶ یہ اشتہار مباہلہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء اس وقت تک شائع نہیں کیا جب تک کہ کئی اشتہار بہ درخواست مباہلہ لوگوں کی طرف سے متواتر میرے پاس نہیں پہنچے۔ چنانچہ علاوہ ان اشتہارات کے ایک چٹھی جعفر زٹلی مورخہ ۱۹ نومبر ۱۸۹۸ء اور پانچ اشتہارات متواتر یکے بعد دیگرے مباہلہ کی درخواست کے متعلق محمد حسین نے آپ شائع کرائے۔ (مرزا قادیانی)

❷ کہاں ہیں وہ قادیانی لوگ جو یہ کہتے اور سمجھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد مباہلے کے چیلنج مسلمان علماء کو دیتا تھا لیکن ان علماء کو سانپ سونگھ گیا تھا اور کوئی مرزا کے مقابل دم نہیں مارتا تھا۔ اس تحریر میں تو مرزا صاحب خود فرما رہے ہیں کہ محمد حسین وغیرہ نے پے در پے اسے مباہلے کے چیلنج کے اشتہار دیے ہیں، میں ہی دبکا بیٹھا رہا ہوں۔ (بہاء)

مولوی ابوسعید محمد حسین نکاح خواں ہو گے۔ ❶
پس جب کہ یہ ظلم محمد حسین اور اس کے گروہ یعنی محمد بخش جعفر زٹلی وغیرہ کا حد سے گزر گیا اور مجھے اس حد تک ذلیل کیا گیا کہ کوئی ایسا لفظ ذلت کا نہ چھوڑا جو میری نسبت استعمال نہ کیا۔ اور پھر مباہلے کے لیے متواتر درخواست بھیجی تو بالآخر میں نے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جاری کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ خدا تعالیٰ ہم دونوں گروہ میں سے اس کو ذلیل کرے جو جھوٹا ہے اور پھر اس اشتہار کی شرح ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار میں اور بھی تصریح کر دی اور محمد حسین نے میرے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ کے جھوٹے طور پر یہ معنی کیے کہ اس میں میرے قتل کرنے کی دھمکی دی ہے۔ اس رسالے کے اخیر پر اپنے دو اشتہار یعنی ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء اور ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء کا ترجمہ انگریزی میں شامل کر دیا ہے۔ یہ بات کہ میں نے کیوں یہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء اور کس صحیح ضرورت کی وجہ سے میں اس کے لکھنے کا مجاز تھا، اس کا جواب میں ابھی دے چکا ہوں کہ میں ایک سال سے زیادہ عرصہ تک گندے اشتہاروں کا نشانہ رہا۔ یعنی محمد حسین اور اس کے گروہ کی طرف سے میری نسبت برابر ایک برس تک گالیوں کے اشتہار جاری ہوتے رہے اور ان اشتہارات میں میری سخت اہانت اور بے عزتی کی گئی اور مجھے ذلیل کرنے میں انتہا تک کوشش کی گئی۔ یہاں تک کہ میری مستورات پر محض مفسدانہ شرارت سے بدکاری اور زنا کا الزام لگایا۔ ❷

اس وجہ دل آزاری اور بے حرمتی کے وقت جو انسانی غیرت کو حرکت میں لاتی ہے میرا حق تھا کہ میں عدالت میں نالش کرتا لیکن میں نے اپنے فقیرانہ اور صابرانہ طریق کے لحاظ سے کوئی نالش نہ کی۔ ❸

اور ایک سال کے قریب تک ایسے اشتہارات جن کا ایک ایک لفظ میری بے عزتی کے لیے لکھا گیا تھا محمد حسین اور اس کے گروہ نے بہ ذریعہ ڈاک قادیان میں میرے پاس پہنچائے حالانکہ میں ایسے گندے اخباروں اور اشتہاروں کا خریدار نہ تھا۔ پس جب کہ بارہا مجھے اس قسم کی گالیوں اور بہتانوں سے آزار پہنچایا گیا تو آخر میں نے مدت دراز کے صبر کے بعد نہایت نیک نیتی سے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جو محض اس مضمون پر مشتمل تھا کہ جھوٹے کو خدا ذلیل کرے مگر اسی قسم کی ذلت سے جو اس نے مجھے پہنچائی، جاری کیا۔

خاکسار راقم: مرزا غلام احمد از قادیان ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء''

(کشف الغطاء مصنفہ مرزا قادیانی بہ حوالہ روحانی خزائن: ۱۴/ ۱۹۶-۲۰۰)

نیز مرزا قادیانی نے کہا:

''شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبتی مذکور کو جنھوں نے میرے ذلیل کرنے کے لیے یہ اشتہار لکھا ہے ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر (یہ تیرہ مہینے خدا تعالیٰ کے الہام سے معلوم ہوئے ہیں یعنی سال پر ایک ماہ اور زیادہ ہے) غرض اگر یہ

❶ مولوی محمد حسین نے اپنے اشاعۃ السنۃ ۱۸۹۸ء میں بڑے تمسخر کے طور پر لکھا ہے کہ ان کی بیوی کا محمد بخش سے نکاح میں پڑھوں گا۔ اور آخر قادیانی آنکھوں سے اندھا کانوں سے بہرا، زبان سے گونگا خودکشی کر کے فی النار والسقر ہو جائے گا یعنی جہنم میں پڑے گا۔ اور پھر ٹھٹھے کے طور پر آخیر میں لکھتا ہے کہ یہ سب الہام پورے ہو چکے صرف نکاح باقی ہے۔ اور پھر میری نسبت تیسرے اشتہار میں ٹھٹھے سے لکھتا ہے کہ سنا ہے کہ اس شخص کو طاعون ہو گئی اور کتوں نے اس کا گوشت کھایا۔ اور پھر جولائی ۱۸۹۷ء کے پرچے میں میری تصویر ریچھ کی بنائی ہے۔ (مرزا قادیانی)

❷ مرزا صاحب کی بیوی تو اس وقت ایک ہی تھی، مستورات کہاں سے آ گئیں۔ (بہاء)

❸ مولوی کرم الدین جہلمی کے خلاف استغاثہ کس نے کیا تھا۔ اور مرزا صاحب مع اپنے حواریوں کے جہلم کیوں تشریف لے گئے تھے۔ (بہاء)

لوگ تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیزگار ہیں اور میں کذاب اور مفتری ہوں تو مجھے ان تیرہ مہینوں میں ذلت کی مار سے تباہ کر۔ اور اگر مجھے تیری جناب میں وجاہت اور عزت ہے تو میرے لیے یہ نشان ظاہر فرما کر کہ ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ﴾ کا مصداق کر، آمین ثم آمین۔ یہ دعا جو میں نے کی اس کے جواب میں یہ الہام ہوا: میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ اور ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر نہیں ہے، ناجائز تحریر کا کام کیا اور وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے اور افسوس کرے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے۔ اور چند عربی الہام ہوئے (جیسا کہ) ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ﴾ [الفرقان: ۲۷]، ﴿جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا﴾ [یونس: ۲۷]۔'' (تذکرہ،ص:۳۲۴، ۳۲۵)

مرزا قادیانی نے یہ بھی لکھا ہے:

''مولوی محمد حسین آج تک توہین اور تحقیر اور گالیاں دینے سے باز نہ آیا۔ اور گندی گالیوں کے مضمون اپنے ہاتھ سے لکھے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابو الحسن تبتی کے نام سے پر چھپوائے۔ یہی موجبات تھے جن کی وجہ سے میں نے اشتہار مباہلہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو شائع کیا۔ جس کے بعد محمد حسین نے ایک چھری خریدی جس سے مجھے اس طور سے بدنام کرنا منظور تھا کہ گویا میں اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن جس شخص نے پہلے اس سے میرے قتل کا فتوی دیا اس کا چھری خریدنا کس بات کی دلالت کرتا ہے؟''

(روحانی خزائن:۱۴/ ۴۳۸-۴۳۹)

مرزا صاحب کی نومبر اور دسمبر ۱۸۹۸ء کی ان تحریروں سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ مختصراً یوں ہے کہ مولانا بٹالوی، مولانا محمد جعفر زٹلی اور مولانا ابو الحسن تبتی ﷫ رسائل اور اشتہارات کے ذریعے مرزا صاحب کے عقائد و نظریات کا رد کر رہے تھے۔ مرزا صاحب کو ان بزرگوں کے کلام اور طرز کلام سے اگرچہ بہت تکلیف ہو رہی تھی لیکن وہ (بہ قول خود) ایک عرصہ تک صبر کرتے رہے۔ پھر ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور اُنھوں نے بارگاہ احدیت میں دعا فرمائی:

''اے اللہ! اگر وہ (یعنی مرزا) کاذب اور دجال ہیں تو بٹالوی، زٹلی اور تبتی کو عزت عطا فرما اور خود انھیں (یعنی مرزا کو) ذلیل کر۔ اور اگر وہ کاذب اور دجال نہیں ہیں تو اے اللہ! ان تینوں کو ذلیل کر اور خود انھیں (مرزا) عزت عطا فرما۔ اور یہ کہ اے اللہ! یہ (عزت و ذلت کا) فیصلہ تیرہ ماہ یعنی ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک کے عرصے میں ہو جائے۔''

مرزا صاحب نے عزت و ذلت کی اس دعا کے نتیجے کو اپنے اور مخالفین کے درمیان آخری فیصلہ قرار دیا اور فرمایا کہ یہ کام ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ہو جائے گا۔ اُنھوں نے یہ بھی لکھا کہ اس دعا کے بعد انھیں الہام ہوا ہے کہ اللہ ظالم کو ذلیل اور رسوا کرے گا۔ اور اُنھوں نے واضح طور پر یہ بھی لکھ دیا کہ یہ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک تیرہ ماہ کی مدت انھیں خدا تعالیٰ کے الہام سے معلوم ہوئی ہے۔

یہ ہے مولانا محمد حسین بٹالوی ﷫ اور ان کے دوستوں سے آخری فیصلے کے بارے میں مرزا قادیانی کی دعا اور الہام اور پیش گوئی جس میں بتایا گیا ہے کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک مولانا بٹالوی اور ان کے ساتھیوں کو ذلت سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس ذلت کو حق و باطل کا معیار ٹھہرا کر اُنھوں نے اپنے اور مولانا بٹالوی ﷫ کے درمیان آخری فیصلہ قرار دیا۔



مدیر مسئول کی ڈاک

مکرمی حافظ احمد شاکر صاحب زید مجد کم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہفت روزہ الاعتصام کی ٦٦ ویں جلد کے شمارہ نمبر ۲۴ میں آپ کا لکھا ہوا اداریہ نظر نواز ہوا۔ میڈیا کی شرم ناک نشریات اور عریانی اور فحاشی پھیلانے کی مہم کو آپ نے بجا طور پر اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین اجر سے نوازے۔

آپ نے جو کچھ لکھا معاملہ اس سے بہت آگے نکل چکا ہے۔ ۵ مارچ کو فیملی کے ہم راہ خیبر میل سے بہاول پور جانے اور ۸ مارچ کو شام شالیمار ٹرین سے لاہور واپس آنے کا اتفاق ہوا۔ خیبر میل کا لاہور روانگی کا وقت صبح ۸ بجے تھا۔ لیکن اپنے صحیح وقت کی بجائے ساڑھے دس بجے روانہ ہوئی۔ میں اور میری فیملی اڑھائی گھنٹے تک پلیٹ فارم پر انتظار کی سولی پر لٹکتے رہے۔ واپسی پر شالیمار ٹرین اپنے اصل وقت سے پونے دو گھنٹے لیٹ لاہور پہنچی۔ وزیر ریلوے جناب سعد رفیق صاحب ایک سال میں ریلوے کے نظام الاوقات کو درست نہیں فرما سکے۔ نہ جانے ان کی گڈ گورننس کیا ہوئی جس کا دن رات ڈھنڈورا پیٹتے نہیں تھکتے۔ میرا خیال ہے کہ ریلوے کے خسارے میں جانے کے اہم اسباب میں سے ایک سبب نظام الاوقات کی پابندی نہ کرنا ہے۔ جس کے سبب مسافروں کا رخ ریلوے کی بجائے روڈ ٹرانسپورٹ کی طرف پھر گیا ہے۔ خیر یہ بات تو برسبیل تذکرہ نوک قلم پر رواں ہو گئی اصل مقصود اشاعت فحش پر کرب کا اظہار تھا۔

ہماری سیٹیں شالیمار کے اے سی پارلر میں ریزور تھیں۔ سیٹوں کی ترتیب دیکھ کر حیرت میں ڈوب گیا۔ پارلر کی ایک طرف سیٹوں کا رخ آگے کی طرف تھا اور دوسری طرف کی سیٹوں کا رخ پیچھے کی طرف۔ گویا مسافروں کو ایک دوسرے کی طرف اور خصوصاً خواتین کی طرف تانک جھانک کرنے کے وافر مواقع میسر تھے جس سے حیادار اور پردہ دار خواتین سخت تنگ نظر آئیں۔ جناب سعد رفیق سے گزارش ہے کہ وہ سیٹوں کا رخ ایک ہی طرف کر کے بے حیائی اور بے شرمی کے اس سبب کو دور کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

شالیمار ٹرین کے بہاول پور سے روانہ ہونے سے تھوڑی دیر بعد شرم ناک اور حیا سوز انڈین فلم لگا دی گئی۔ ہمارے لیے سفر کا یہ وقت گزارنا دوبھر ہو گیا۔

ہماری کیفیت ''نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن'' کی سی ہوئی۔ فلم کی عریاں تصویروں، فحش گانوں اور شرم وحیا سے عاری مکالموں سے چند آوارہ مزاج لڑکوں کے سوا کوئی خوش نہ تھا۔ ہر کوئی تاسف اور بیزاری کا اظہار کرتا نظر آیا۔

فحاشی پھیلانے کی مہم میں اب میڈیا تنہا نہیں رہا بلکہ پرنٹ میڈیا اس سے بھی دو ہاتھ آگے ہے۔ ہفتہ وار میگزین کے ٹائٹل پر کسی فلمی جوڑے یا ہیروئن کی تصویر شائع کر کے اس ''کارخیر'' میں حصہ دار بن چکے ہیں۔ اب معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ اس مہم میں ریلوے جیسے حکومتی ادارے بھی شامل ہو چکے ہیں۔ یہ بھی خیال گزرتا ہے کہ شاید ادارے نے اپنی کوتاہیوں پر احتجاج کرنے والی نسل کو قلب ونظر کی آوارگی میں الجھا کر خاموش کرنے کا یہ طریقہ اپنایا ہے۔ معلوم نہیں کہ وزیر ریلوے جناب سعد رفیق کو اس کا علم ہے کہ نہیں یا علم ہے تو اس کا احساس ہے کہ نہیں تاہم ان سے یہ سوال کرنے کو جی چاہتا ہے کہ ریلوے جیسے حکومتی ادارے میں انڈین فحش فلموں کی نمائش حب الوطنی کے کن تقاضوں کے مطابق ہے؟ ان سے ہماری دست بستہ گزارش ہے کہ اس کا نوٹس لیں اور اصلاح کی طرف ایک اور قدم بڑھائیں۔

نیازمند

ملک عصمت اللہ، لاہور

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دونسخوں کا آنا ضروری ہے

جہنم میں لے جانے والے(۱۵۰)اعمال

تالیف: حافظ محمد منشاء طیب
اعداد واضافہ: حافظ ثناء اللہ تبسم، محمد سلیمان جمالی
مقدمہ: پروفیسر مولانا محمد جمن کنبھر
ضخامت: ۲۵۶صفحات
ناشر: مکتبۃ الصدیق السّلفیہ
موبائل: 0336-2901780
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

گناہ کی دو اقسام بیان کی جاتی ہیں: گناہِ صغیرہ اور گناہِ کبیرہ۔ گناہ تو گناہ ہی ہے چاہے چھوٹا ہو یا بڑا۔ بہر حال ہر گناہ سے بچنے اور گناہوں سے اجتناب ہی کا فائدہ ہے، جیسا کہ اللہ کریم نے سورۂ اعراف (آیت:۳۳) میں فرمایا:

''آپ کہہ دیجیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگا دو جس کو تم نہیں جانتے۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا:

''اے عائشہ! معمولی سمجھے جانے والے گناہوں سے بچنا کیوں کہ اللہ کے ہاں ان کا بھی مواخذہ ہوگا۔''

(سنن ابن ماجہ، حدیث:۴۲۴۳، بہ حوالہ کتاب ہذا، ص:۱۵)

نظر اُٹھا کر دیکھا جائے تو معاشرے میں ہر طرف گناہ ہی گناہ نظر آتے ہیں۔ صغیرہ و کبیرہ کی تقسیم تو ایک طرف اب احساس گناہ بھی نظر نہیں آتا۔ حکمت کے ساتھ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے پرچارک آج دکھائی نہیں دیتے اور اگر ہیں بھی تو بہت کم۔ آج اللہ کریم کے ساتھ شرک سرعام، نمازوں کو ترک کرنا، زنا، لواطت، غیر اللہ کی نیاز، جوا، سود، ریاکاری، ڈاکے، جادو ٹونے، غرور وتکبر، زکات دینے سے اجتناب وغیرہ گناہ عام ہو گئے۔ اسی طرح دیکھے اور ان دیکھے کئی اقسام کے گناہ ہیں جنھیں معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ مگر اللہ کریم تو حساب لینے والا ہے۔ گناہوں کا مواخذہ کرنے والا ہے۔ اللہ کریم کا فضل ہی ہے اور اسی کی توفیق ہے کہ انسان گناہوں سے بچ جائے ورنہ الامان والحفیظ۔

اس کتاب زیر تبصرہ میں مولف اور ان کے معاون علمائے کرام حفظہم اللہ نے گناہوں کی پہچان پر تفصیلاً لکھا ہے اور یوں اس موضوع پر خاصا مواد قارئین کو دیا ہے۔ طالب علموں، عوام الناس، اور معاصی پر جےلوگوں کے مطالعے کے لیے یہ کتاب مفید و معلوماتی ہے۔

خوب صورت و مضبوط جلد ہے۔ کتاب قرآن و حدیث کی صحیح تعلیمات کی روشنی میں مرتب کی گئی ہے۔ اس پر مقدمہ پروفیسر مولانا محمد جمن کنبھر نے تحریر فرمایا ہے۔



اصلاحِ نفس

مرتب: قاری عبدالقیوم
ضخامت: ۱۲۰صفحات
ناشر: مکتبہ دعوت واصلاح، لاہور
ملنے کا پتا: محمدی پبلشنگ اینڈ کیسٹ، سی ڈی سنٹر ایوانِ علم پلازہ ۱۸۔ اردو بازار لاہور۔
رابطہ: 0300-4358543

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

حضرت حافظ علم الدین رحمہ اللہ کی ذاتِ بابرکات ایک مصلح کی حیثیت رکھتی تھی۔ آپ نے دعوت واصلاح کے ذریعے کئی ایک نفوس کی تربیت کر کے مسلک اہل حدیث پر کاربند فرمایا۔ انھی کے ایک فرزند گرامی جناب قاری عبدالقیوم صاحب ہیں جو دعوت واصلاح کے فریضے کو احسن انداز میں پیش فرماتے ہیں اور اللہ نے انھیں اصلاح وتربیت کا ایک ملکہ عطا فرمایا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب محترم قاری عبدالقیوم صاحب حفظہ اللہ نے مرتب فرمائی ہے اور اس کا نام اُنھوں نے اصلاحِ نفس رکھا ہے۔ اصلاحِ نفس کے سلسلے میں اُنھوں نے اس کتاب کی تمہید کو ابتدائی صفحات میں بیان فرمایا ہے اور کتاب کو تین ابواب میں تقسیم کیا ہے: ایمان باللہ کا مفہوم، اخلاصِ نیت، اخلاقی برائیاں اور ان سے بچاؤ یہ تین ابواب ہیں جنھیں وجود باری تعالیٰ، عبادت کی تعریف اور اقسام، رسول اللہ ﷺ پر ایمان کا مفہوم، اخلاص کی اہمیت، نماز کی اہمیت، نماز، روزے، تہجد، تلاوت قرآن مجید، صبح وشام کے اذکار، جہاد اور مسائل جہاد کے علاوہ تکبر کی مذمت اور انجام، زبان کی حفاظت جیسے اہم اور ضروری تربیتی نکات پر احادیث شریف اور آیاتِ قرآنیہ کے حوالے دے کر مثبت انداز میں بات کی گئی ہے۔ اصلاحِ نفس کو مرتب موصوف نے ان الفاظ میں پیش فرمایا ہے کہ اللہ کریم انسان کو آزماتا ہے:

(۱) کسی کام کا حکم دے کر۔ (۲) کسی کام سے منع کر کے۔ (۳) مصائب وآلام میں مبتلا کر کے۔ (۴) نعمتیں عطا کر کے۔

مندرجہ بالا چاروں حالتیں چونکہ نفسِ انسانی پر وارد ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ بندے سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ اس دنیا میں بندگی اختیار کرے تاکہ دنیا وآخرت کی کامیابیاں حاصل کر سکے۔ (ص:۹)

زیر نظر کتاب بڑی مفید اور تربیتی مواد سے لبریز ہے اس کا بہ غور مطالعہ نفس کی اصلاح کے لیے بڑا ممد ومعاون ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ مرتب وناشر کو اجر عظیم سے نوازے، آمین۔



حجیت حدیث نمبر ہفت روزہ الاعتصام

طبع اوّل (۱۹۵۶ء)
طبع دوم (۲۰۱۰ء)

ہفت روزہ الاعتصام کے حجیت حدیث نمبر کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے۔ یہ نمبر موضوع اور مضامین کے تنوع کے اعتبار سے اس لائق ہے کہ اسے ہر حلقہ میں پہنچایا جائے۔ فاضل مضمون نگاروں نے نہایت محنت اور تحقیق سے اس کے مضامین تحریر فرمائے ہیں۔

اپنی گوناگوں خصوصیات کے لحاظ سے اور انکارِ حدیث کی رہ رہ کر اٹھتی لہروں سے نپٹنے کے لیے یہ علمی دستاویز اس قابل ہے کہ جماعت کے ذمہ دار حضرات، مساجد کے خطباء کرام، پڑھے لکھے تاجر وصنعتکار احباب سکولوں، کالجوں، سرکاری لائبریریوں، اساتذہ، پروفیسروں اور اصحابِ علم وتحقیق تک اس کو پہنچائیں خصوصاً مدارس دینیہ کے منتہی طلباء کو یہ تحفہ پیش کریں تاکہ طلباء اس سے مستفید ہو کر فتنۂ انکارِ حدیث کے ہر پہلو سے آشنا ہو کر خدام حدیث کی سنہری لڑی میں شامل ہو جائیں۔

حالیہ اشاعت الاعتصام کے موجودہ سائز پر طبع کی گئی ہے جو تین صد سے زائد صفحات پر مشتمل اور چہار رنگہ ٹائٹل سے مزین ہے۔ ہم نے اس میں اشتہارات دے کر قارئین کے علمی ذوق کو مجروح نہیں کیا۔ اس نمبر میں ہر فاضل مضمون نگار کا مختصر تعارف مضمون کے شروع میں دینے کی جدت بھی مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ نے ایجاد کی تھی جن کو اب موجودہ حالات کے مطابق مکمل کر دیا گیا ہے۔

⊙ کمپیوٹر کمپوزنگ ⊙ عمدہ سفید کاغذ ⊙ چہار رنگہ ٹائٹل سے مزین جلد

قیمت 360 روپے

فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

۸۹۳ء۲۹۷ سید علی الحائری

ا س احتساب قادیانیت جلد (۴۵)،ص:۵۶۸۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان۔

۱۔سید علی الحائری۔ وسیلۃ المبتلا لدفع البلاء۔

۲۔سید علی الحائری۔ تبصرۃ العقلاء۔

۳۔سید علی الحائری۔ مہدی موعود۔

۴۔سید علی الحائری۔ مسیح موعود۔

۵۔ سائیں آزاد قلندر حیدری قادری ۔ رگڑا مست قلندر دا۔

۶۔قاری محمد طیب قاسمی۔ خاتم النبیین۔

۷۔قاری محمد طیب قاسمی۔ ختم نبوت۔

۸۔محمد مسلم عثمانی دیوبندی۔ اہل قبلہ کی تحقیق (مرزائی جماعت کی اسلام سے بغاوت)

۹۔ بابو پیر بخش لاہوری۔ مرزائیوں کے بیس سوالات کے جوابات۔

۱۰۔ بابو پیر بخش لاہوری۔ خدمات مرزا۔

۱۱۔ ملک نظیر احسن بہاری۔ مسیح کاذب۔

۱۲۔ملک نظیر احسن بہاری ۔ تائید ربانی بہ جواب ہزیمت قادیانی۔

۱۳۔عبدالستار انصاری۔ چودھویں صدی کے مجددین۔

۱۴۔اللہ دتہ۔ موضع پکیوان تھانہ کلانور جلسہ مابین اہل اسلام و مرزائیاں کا لب لباب۔

۱۵۔محمد ضیاء الدین سیالوی۔ معیار المسیح علیہ السلام۔

۱۶۔احمد حسین میرٹھی اورسیئر۔ اتمام البرہان علی مخالفی الحدیث والقرآن۔

۱۷۔محمد مجتبیٰ رازی رامپوری۔ السقر لمن کفر الملقب بہ فتوحات محمدیہ برفرقہ غلمدیہ۔

۸۹۳ء۲۹۷ محمد عبداللہ احمد پوری

ا ع احتساب قادیانیت، جلد (۴۶)،ص: ۶۸۸۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان۔

۱۔محمد عبداللہ احمد پوری۔ اسلام اور مرزائیت۔

۲۔محمد عبداللہ احمد پوری۔ عقیدہ نزول عیسیٰ علیہ السلام قرآن وسنت کی روشنی میں۔

۳۔محمد عبداللہ احمد پوری۔ لہ دعوۃ الحق۔

۴۔عبدالحفیظ حقانی حنفی، آگرہ۔ السیوف الکلامیہ لقطع الدعاوی الغلامیہ۔

۵۔ابرار حسین پٹنی۔ انوار ایمان برائے کشف حقیقت القائے قادیانی۔

۶۔ عبدالقادر سات گڑھی ۔ رد الشبعات القادیانیہ بالاحادیث والآیات القرآنیہ۔

۷۔قاضی عبدالغفور شاہ پوری۔ تحفۃ العلماء فی تردید مرزا۔

۸۔قاضی عبدالغفور شاہ پوری۔ اکاذیب مرزا۔

۹۔ شیر نواب خان قصوری۔ نیام ذوالفقار علی برگردن خاطی مرزائی فرزند علی۔

۱۰۔محمد صادق قادری رضوی۔ طریقہ مناظرہ مرزائیت المعروف مرزا کے ڈھول کا پول۔

نعرہ حق

دلدادگانِ شوق کی رفتار روک لو
کلک و زباں کی جرأتِ گفتار روک لو

اسلام اس وطن کے رگ و پے میں ہے رواں
ممکن نہیں کہ دین کی للکار روک لو

کس نہج پہ کھڑے ہو عزیزانِ اقتدار
حالاتِ جانگداز کی یلغار روک لو؟

ناموسِ مصطفیٰ ﷺ سے ارادت کے ولولے
آواز دے رہے ہیں جہاندار ، روک لو

محلوں میں احتساب پہ ہوتی ہے پخت و پز
مال و منال عرصۂ پیکار روک لو

نسل نوی میں خواجۂ کونین ﷺ کے حضور
پیدا ہوئے ہیں عشق کے آثار روک لو

ہم سربکف پیمبرِ دوراں ﷺ کے ہیں غلام
کیونکر رکے گی گرمیِ بازار روک لو

جی میں سما چکی ہے شہادت کی آرزو
ہم ہیں نبی ﷺ کے حاشیہ بردار روک لو

مانع ہو کوئی خوف ، غلط ہے محال ہے
ہم سرفراز ہوں گے سر دار ، روک لو

شورشؔ کسی بھی خوف سے اب تک نہیں دبا
وہ جانتا ہے آپ ﷺ ہیں سردار روک لو

(شورش کاشمیری)